ہفت روزہ

ندائے خلافت

لاہور

48

www.tanzeem.org

11 تا 17 دسمبر 2012ء / 26 محرم الحرام تا 3 صفر المظفر 1434ھ

اس شمارے میں

ہندو صحافی سرمیلا بوس کے انکشافات

امتوں کا زوال اور اہلِ ایمان کا کردار

جمہوریت یا خلافت

صفر کا مہینہ اور چند غلط تصورات

ٹائی ٹینک ڈوب رہا ہے؟

حضرت حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ

رشتوں کی زنجیر ٹوٹنے نہ پائے!

اپنے احساسات کا پیغام پیاروں کے نام

تنظیم اسلامی کی دعوتی وتربیتی سرگرمیاں

دینی ہیئتِ اجتماعیہ کے خلاف
شیطان کے ہتھکنڈے

دینی مقاصد اور بالخصوص اقامت دین کے لیے جو بھی ہیئتِ اجتماعیہ وجود میں آتی ہے وہ یقیناً شیطان کی دشمنی کے لیے اور اسے للکارنے کے لیے ہی وجود میں آتی ہے' لہٰذا شیطان کے حملے کا سب سے بڑا نشانہ اور ہدف بھی وہ اجتماعیت ہی بنتی ہے۔ اس پہلو سے غور کیا جائے تو شیطان کے حملہ آور ہونے کے مختلف راستے ہیں۔

اوّلاً اس کی یہ کوشش ہوتی ہے کہ اس ہیئتِ اجتماعیہ میں شریک ہر فرد کے دل میں وسوسہ اندازی کرے اور اس کے نفسانی داعیات اور محرکات کو مشتعل کرے۔ یہ کوشش تو شیطان ہر فردِ نوعِ بشر کے لیے کرتا ہے اور ظاہر ہے کہ ایسے اشخاص کے لیے جو کسی ایسی اجتماعیت میں شریک ہوں جو شیطان کو للکارنے کے لیے وجود میں آئی ہو' اس کی یہ کوششیں دوچند ہو جاتی ہیں۔

پھر اس سے آگے بڑھ کر وہ اِن لوگوں کے باہمی رشتے کو کمزور کرنے' ان کی جمعیت میں رخنے ڈالنے' ان کے دلوں میں ایک دوسرے کے خلاف بدگمانیاں پیدا کرنے اور ایک دوسرے کے خلاف دلوں میں کدورت پیدا کرنے کی کوشش کرتا ہے' تاکہ یہ بنیانِ مرصوص نہ بن سکیں' ان کے مابین ایک دوسرے کے خلاف غلط فہمیاں پیدا ہوں اور ایک دوسرے سے بغض اور عداوت پیدا ہو جائے۔

تیسری کوشش اس کی خاص طور پر یہ ہوتی ہے کہ اس اجتماعیت کے نظم کو بگاڑے اور اس نظم میں امیر اور مامورین کے مابین جو ربط وتعلق ہے' اسے خراب کرے۔ اصل میں تو امیر اور مامورین کے مابین یہ تعلق ہی ہے جو کسی نظم کے مؤثر ہونے میں سب سے زیادہ مفید ہے اور یہی چیز فیصلہ کن بھی ہے۔ شیطان کا تیسرا حملہ اس تعلق کو کمزور کرنے کے لیے ہوتا ہے۔

حِزبُ اللہ کے اوصاف

ڈاکٹر اسرار احمدؒ

الھدیٰ (540)

ڈاکٹر اسرار احمد

سورۃ یوسف

(آیات:55تا57)

بسم اللہ الرحمٰن الرَّحیم

قَالَ اجۡعَلۡنِیۡ عَلٰی خَزَآئِنِ الۡاَرۡضِ ۚ اِنِّیۡ حَفِیۡظٌ عَلِیۡمٌ ﴿۵۵﴾ وَ کَذٰلِکَ مَکَّنَّا لِیُوۡسُفَ فِی الۡاَرۡضِ ۚ یَتَبَوَّاُ مِنۡہَا حَیۡثُ یَشَآءُ ؕ نُصِیۡبُ بِرَحۡمَتِنَا مَنۡ نَّشَآءُ وَ لَا نُضِیۡعُ اَجۡرَ الۡمُحۡسِنِیۡنَ ﴿۵۶﴾ وَ لَاَجۡرُ الۡاٰخِرَۃِ خَیۡرٌ لِّلَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا وَ کَانُوۡا یَتَّقُوۡنَ ﴿۵۷﴾

آیت 55 ﴿قَالَ اجۡعَلۡنِیۡ عَلٰی خَزَآئِنِ الۡاَرۡضِ ۚ اِنِّیۡ حَفِیۡظٌ عَلِیۡمٌ ﴿۵۵﴾﴾ ’’آپؑ نے فرمایا کہ مجھے ملک کے خزانوں پر مقرر کر دیں‘ میں حفاظت کرنے والا بھی ہوں اور جاننے والا بھی ہوں۔‘‘

حضرت یوسف علیہ السلام جان چکے تھے کہ اس ملک پر بہت بڑی آفت آنے والی ہے اور اگر اس ممکنہ صورتِ حال کا مقابلہ کرنے کے لیے بروقت درست اور مؤثر اقدام نہ کیے گئے تو نہ صرف خود مصر ایک خوفناک قحط کی زد میں آجائے گا بلکہ آس پاس کے علاقوں کے لیے بھی بہت بھیانک حالات پیدا ہو جائیں گے۔ اس پورے خطے میں مصر ہی ایک ایسا ملک تھا جہاں غلہ اور دوسری اشیائے خوراک پیدا ہوتی تھیں۔ اس کے ہمسایہ میں چاروں طرف خشک صحرائی علاقے تھے اور اناج وغیرہ کے سلسلے میں ان علاقوں کا انحصار بھی مصر کی زراعت پر تھا۔ یہی وجہ تھی کہ آپؑ نے موقع دیکھا تو فوراً اپنی خدمات پیش کر دیں کہ اگر خزانے اور خوراک و زراعت کا پورا انتظام و انصرام میرے پاس ہوگا تو میں اس آفت کا سامنا کرنے کے لیے جامع اور ٹھوس منصوبہ بندی کر سکوں گا۔

آیت 56 ﴿وَ کَذٰلِکَ مَکَّنَّا لِیُوۡسُفَ فِی الۡاَرۡضِ ۚ یَتَبَوَّاُ مِنۡہَا حَیۡثُ یَشَآءُ ؕ﴾ ’’اور اس طرح ہم نے یوسفؑ کو تمکن عطا کیا (مصر کی) زمین میں‘ کہ وہ اس میں جہاں چاہے اپنا ٹھکانہ بنا لے۔‘‘

حضرت یوسف علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے تمکن عطا ہونے کا یہ دوسرا مرحلہ تھا۔ پہلے مرحلے میں آپؑ کو بدوی اور صحرائی ماحول سے اٹھا کر اس دور کے ایک نہایت متمدن ملک کی اعلیٰ ترین سطح کی سوسائٹی میں پہنچایا گیا‘ جبکہ دوسرے مرحلے میں آپؑ کو اسی ملک کے اربابِ اختیار و اقتدار کی صف میں ایک نہایت ممتاز مقام عطا کر دیا گیا‘ جس کے بعد آپؑ پورے اختیار کے ساتھ عزیز کے عہدے پر متمکن ہو گئے۔

﴿نُصِیۡبُ بِرَحۡمَتِنَا مَنۡ نَّشَآءُ وَ لَا نُضِیۡعُ اَجۡرَ الۡمُحۡسِنِیۡنَ ﴿۵۶﴾﴾ ’’ہم اپنی رحمت سے نوازتے ہیں جس کو چاہتے ہیں اور ہم نیکوکاروں کا اجر ضائع نہیں کرتے۔‘‘

آیت 57 ﴿وَ لَاَجۡرُ الۡاٰخِرَۃِ خَیۡرٌ لِّلَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا وَ کَانُوۡا یَتَّقُوۡنَ ﴿۵۷﴾﴾ ’’اور آخرت کا اجر تو بہت ہی بہتر ہے ان کے لیے جو ایمان لائیں اور تقویٰ کی روش اختیار کیے رکھیں۔‘‘

اب یہاں سے آگے اس قصے کا ایک نیا باب شروع ہونے جا رہا ہے۔ واضح رہے کہ آئندہ رکوع کے مضامین اور گزشتہ مضمون کے درمیان زمانی اعتبار سے تقریباً دس سال کا بُعد ہے۔ اب بات اس زمانے سے شروع ہو رہی ہے جب مصر میں بہتر فصلوں کے سات سالہ دور کے بعد قحط پڑ چکا تھا۔ یہاں پر جو تفصیلات چھوڑ دی گئی ہیں اُن کا خلاصہ یہ ہے کہ حضرت یوسف علیہ السلام کی تعبیر کے عین مطابق سات سال تک مصر میں خوشحالی کا دور دورہ رہا اور فصلوں کی پیداوار معمول سے کہیں بڑھ کر ہوئی۔ اس دوران حضرت یوسف علیہ السلام نے باقاعدہ منصوبہ بندی کے تحت اناج کے بڑے بڑے ذخائر جمع کر لیے تھے۔ چنانچہ جب یہ پورا علاقہ قحط کی لپیٹ میں آیا تو مصر کی حکومت کے پاس نہ صرف اپنے عوام کے لیے بلکہ ملحقہ علاقوں کے لوگوں کی ضرورت پوری کرنے کے لیے بھی اناج وافر مقدار میں موجود تھا۔ چنانچہ حضرت یوسف علیہ السلام نے اس غیر معمولی صورتِ حال کے پیش نظر ’’راشن بندی‘‘ کا ایک خاص نظام متعارف کروایا۔ اس نظام کے تحت ایک خاندان کو ایک سال کے لیے صرف اس قدر غلہ دیا جاتا تھا جس قدر ایک اونٹ اٹھا سکتا تھا اور اس کی قیمت اتنی وصول کی جاتی تھی جو وہ آسانی سے ادا کر سکیں۔ ان حالات میں فلسطین میں بھی قحط کا سماں تھا اور وہاں سے بھی لوگ قافلوں کی صورت میں مصر کی طرف غلہ لینے کے لیے آتے تھے۔ ایسے ہی ایک قافلے میں حضرت یوسف علیہ السلام کے دس بھائی بھی غلہ لینے مصر پہنچے جبکہ آپؑ کا ماں جایا بھائی ان کے ساتھ نہیں تھا۔ اس لیے کہ حضرت یعقوب علیہ السلام اپنے اس بیٹے کو کسی طرح بھی ان کے ساتھ کہیں بھیجنے پر آمادہ نہیں تھے۔

فرمان نبویؐ

پروفیسر محمد یونس جنجوعہ

نقل اتارنا

عَنۡ عَائِشَۃَ رضی اللہ عنہا قَالَتۡ قَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیۡہِ وَسَلَّمَ: ((مَا اُحِبُّ اَنِّیۡ حَکَیۡتُ اَحَدًا وَّاَنَّ لِیۡ کَذَا وَکَذَا)) (رواہ الترمذی)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ’’میں پسند نہ کروں گا کہ کسی کی نقل اتاروں‘ خواہ مجھے اتنا اور اتنا معاوضہ مل جائے۔‘‘

دوسروں کی نقلیں اتارنا خواہ تفریح طبع کیلئے ہو یا تضحیک اور رسوائی کے لئے انتہائی مذموم اور انسانیت سے گری ہوئی بات ہے۔ اس سے نہ صرف دوسرے کی توہین ہوتی ہے بلکہ نقل اتارنے والا خود بھی اپنے آپ کو دوسروں کی نگاہوں میں گرا لیتا ہے۔

ایوب بیگ مرزا

بسم اللہ الرحمن الرحیم

ہندو صحافی سرمیلا بوس کے انکشافات

میدان کھیل کا ہو یا جنگ کا، کوئی ٹیم کوئی جماعت کوئی قوم اور ملک یہ دعویٰ ہرگز نہیں کر سکتا کہ اس کا مقدر صرف اور صرف فتح ہے۔ جنگوں کے حوالہ سے اُمت مسلمہ کا ریکارڈ انتہائی شاندار ہے۔ مسلمانوں کو ایک زمانے میں مسلسل فتوحات حاصل ہوئیں، لیکن اس کا یہ مطلب نہیں کہ مسلمانوں کو کبھی شکست نہیں ہوئی۔ بے شمار مواقع پر مسلمان شکست سے دوچار ہوئے اور دشمنوں کو فتح ہوئی۔ یہاں تک کہ غزوۂ اُحد میں نبی آخرالزمان ﷺ کی موجودگی میں جزوی اور وقتی نوعیت کی ہی سہی لیکن شکست تو ہوئی تھی۔ لیکن اور یہ بہت بڑا لیکن ہے کہ اُمت مسلمہ کی تاریخ میں ہمیں ڈھونڈے سے بھی ایسا کوئی واقعہ نہیں ملتا کہ مسلمانوں کی نصف لاکھ کے قریب فوج نے جس کے پاس مناسب اسلحہ بھی تھا، یوں دشمن کے سامنے ہتھیار ڈال دیے ہوں جیسے اکتالیس سال پہلے 16 دسمبر 1971ء کو پاکستان کی فوج نے ڈھاکہ میں بھارتی فوج کے سامنے ڈالے تھے۔ گویا اُمت مسلمہ پر جو یہ قیامت ٹوٹی اور اس کا دامن داغدار ہوا تو اس کی وجہ پاکستان بنا۔ اس عبرتناک اور ذلت آمیز شکست کا ذمہ دار کون تھا؟ کسی ایک فرد یا جماعت یا ادارہ کے سر شکست کا سہرا تو باندھا جا سکتا ہے لیکن پوری پاکستانی قوم اس کی بحیثیت مجموعی کسی نہ کسی درجہ میں ذمہ دار تھی اس حوالہ سے دو رائیں نہیں ہو سکتیں۔ بھارت کے کردار کا ذکر کیا جا سکتا ہے، بلکہ حقیقت یہ ہے کہ ہمیں اس انجام تک پہنچانے میں بھارت کا فعال اور کلیدی رول تھا، لیکن بھارت کو دوش دینا یا اس کا گلہ کرنا حماقت عظمیٰ ہوگی۔ اس لیے کہ کون نہیں جانتا کہ روزِ اوّل سے ہی پاکستان بھارت کو کانٹے کی طرح چبھتا رہا ہے۔ ہماری رائے میں بنگلہ دیش کی عوام کو ذمہ دار ٹھہرانا بھی زیادہ صحیح نہیں، اس لیے کہ انہیں تو سمجھایا گیا تھا بلکہ ان کی برین واشنگ اس طرح کی گئی تھی کہ تمہیں مغربی پاکستان والوں نے غلام بنالیا ہے، اٹھو اور آزادی حاصل کرو! اصلاً اس کے ذمہ دار حکمران تھے اور سب سے زیادہ ذمہ داری فوج پر آتی ہے، اس لیے کہ اُس وقت فوج حکومت پر بھی قابض تھی۔ رہ گئی بات سیاست دانوں کی تو ان سے خیر کی توقع رکھنا عبث ہے۔ سانحہ 71ء سے پہلے بھی ان کا رویہ غیر ذمہ دارانہ تھا، بعدازاں بھی وہ ہمیشہ قوم کے لیے شرمندگی کا باعث بنے۔ دیانت، امانت، اخلاق اور انصاف کے حوالہ سے ان کا سفر پستی کی طرف جاری ہے۔ اور ہمارے لیے خاصا مشکل ہے کہ ہم فیصلہ کریں کہ اس ملک کی تباہی و بربادی کی زیادہ ذمہ دار فوج ہے یا سیاست دان ہیں۔ اگر تاریخ پاکستان پر سرسری سی نگاہ ڈالیں تو قارئین بہتر فیصلہ کرنے کی پوزیشن میں ہوں گے۔ قیام پاکستان کے بعد قائداعظم ایک دن کے لیے بھی اتنے صحت مند نہیں تھے کہ کوئی فعال رول ادا کر سکتے۔ لیاقت علی خان 4 سال تک سازشوں کا مقابلہ کرتے ہوئے آخر سازش کا شکار ہو کر زندگی کی بازی ہار بیٹھے۔ اکتوبر 1958ء یعنی پہلے ایوب خانی مارشل لاء تک سیاست میں گندگی اور غلاظت کے سوا کچھ نظر نہیں آتا۔ ایک رات میں ایک نئی سیاسی جماعت کا جنم لینا اور پارلیمنٹ کی اکثریت کا اس نئی جماعت کی گود میں جا بیٹھنا اِس بات کا واضح ثبوت ہے۔ حکومتیں کس طرح بدل رہی تھیں اس پر بھارت جیسے دشمن ملک کے وزیراعظم پنڈت نہرو کا یہ تبصرہ غلط نہ تھا ”میں اتنے کپڑے نہیں بدلتا جتنی پاکستان میں حکومتیں بدلتی ہیں“۔ نتیجہ یہ نکلا کہ اکتوبر 1958ء میں پاکستان کی سلامتی پر ایسا وار ہوا جس کے نتیجہ میں مضروب پاکستان بالآخر 1971ء میں دولخت ہوگیا۔ اس موقع پر بھی ملک کے نوے فیصد سے زائد سیاست دانوں نے ہوسِ دنیا اور ہوسِ اقتدار میں اصولی اور جمہوری موقف کو نظر انداز کیا اور شب خون مارنے والے فوجی آمر سے آگے بڑھ کر تعاون کیا۔

تا خلافت کی بنا، دنیا میں ہو پھر استوار
لا کہیں سے ڈھونڈ کر اسلاف کا قلب و جگر

تنظیم اسلامی کا ترجمان، نظامِ خلافت کا نقیب

ہفت روزہ
لاہور

ندائے خلافت

بانی: اقتدار احمد مرحوم

11 تا 17 دسمبر 2012ء
26 محرم الحرام تا 3 صفر المظفر 1434ھ
جلد 21
شمارہ 48

مدیر مسئول: حافظ عاکف سعید

مدیر: ایوب بیگ مرزا

نائب مدیر: محبوب الحق عاجز

نگران طباعت: شیخ رحیم الدین
پبلشر: محمد سعید اسعد، طابع: رشید احمد چودھری
مطبع: مکتبہ جدید پریس، ریلوے روڈ، لاہور

مرکزی دفتر تنظیم اسلامی:

67-اے، علامہ اقبال روڈ، گڑھی شاہو لاہور-54000
فون: 36316638-36366638 فیکس: 36313131
E-Mail:markaz@tanzeem.org
مقام اشاعت: 36-کے، ماڈل ٹاؤن، لاہور-54700
فون: 35869501-03 فیکس: 35834000
publications@tanzeem.org

قیمت فی شمارہ 12 روپے

سالانہ زرِ تعاون
اندرونِ ملک...... 450 روپے
بیرون پاکستان
انڈیا------------------ (2000 روپے)
یورپ، ایشیا، افریقہ وغیرہ (2500 روپے)
امریکہ، کینیڈا، آسٹریلیا وغیرہ (3000 روپے)
ڈرافٹ، منی آرڈر یا پے آرڈر
”مکتبہ مرکزی انجمن خدام القرآن“ کے عنوان سے ارسال کریں۔ چیک قبول نہیں کیے جاتے

”ادارہ“ کا مضمون نگار حضرات کی تمام آراء سے پورے طور پر متفق ہونا ضروری نہیں

یہاں یہ سوال کیا جاسکتا ہے کہ ایوب خان کا دور تو ملک کی ترقی کے لحاظ سے سنہری دور رہا ہے۔ انہوں نے مشرقی پاکستان پر خصوصی توجہ دی جس کے معاشی سطح پر بڑے اچھے نتائج نکلے۔ لوگوں کو روزگار ملا' خوشحالی آئی' بحیثیت مجموعی پاکستان کی اقتصادی حالت بہتر ہوگئی، ہمارا ایک روپیہ بھارت کے 1.75 روپے کے مساوی تھا، وغیرہ وغیرہ۔ لیکن اگر بنظر غائر دیکھا جائے تو ایوب خان کا اپنی حدود سے تجاوز کرنا اور حکومت پر قبضہ کرنا سقوطِ ڈھاکہ کی بنیادی وجہ بنا۔ حقیقت میں یہ بنگالی عوام کے جمہوری حق پر ڈاکہ ڈالا گیا تھا۔ وہ آبادی کے لحاظ سے مغربی پاکستان سے اکثریت میں تھے، لہٰذا ایک آدمی ایک ووٹ کی بنیاد پر قوی امکان تھا کہ بنگالی مرکز میں حکومت کرتے۔ دشمن ہندو کے لیے یہ سنہری موقع تھا۔ انہوں نے بنگالیوں کو طعنہ دیا کہ تم مغربی پاکستان والوں خصوصاً پنجابیوں کے غلام ہو، کیونکہ فوج میں اکثریت پنجابیوں کی تھی۔ مغربی پاکستان تمہیں لوٹ کر کھا رہا ہے۔ تمہاری زبان، تمہاری ثقافت مٹ رہی ہے، وغیرہ وغیرہ۔ ان باتوں میں کسی قدر حقیقت تھی، لیکن جھوٹے پروپیگنڈے اور مبالغہ آرائی سے رائی کا پہاڑ بنا دیا گیا، لہٰذا صنعتی ترقی' روزگار کی فراہمی اور تجارت کی بڑھوتری سب کچھ آزادی کے حسین نعرے میں دب کر رہ گیا اور پاکستان دولخت ہوگیا۔ چند روز یا ایک آدھ ماہ تک افسردگی اور سوگ کا ماحول رہا۔ عوام کو اس شکست و ریخت کا اتنا دکھ ہوا کہ بعض افراد کو مال روڈ پر سر دیوار سے ٹکراتے دیکھا گیا، لیکن افسوس صد افسوس کہ یہ کیفیت جلد بدل گئی۔ عوام اور اقتدار کے ٹھیکیدار دونوں نہ صرف اسی پٹری پر واپس آگئے بلکہ اس سے زیادہ تیز رفتاری سے بھاگنے لگے' کسی نے نصیحت نہ پکڑی' کسی نے عبرت حاصل نہ کی۔ فوج کو اقتدار اور حکومت کا چسکا پڑ چکا تھا اُس نے اِس ذلت آمیز شکست کے بعد بھی دو مارشل لاء لگائے اور جرنیلوں کی خوشحالی مثالی بن گئی۔ سیاست دانوں میں ہوسِ دنیا اور ہوسِ اقتدار اور بڑھ گئی۔ آج ہم معاشی' سیاسی اور اخلاقی لحاظ سے دیوالیہ پن کا شکار ہیں اور دفاعی لحاظ سے ایٹمی قوت ہونے کے باوجود ہماری ٹانگیں کانپتی رہتی ہیں۔ ہم اپنی ان حرکات کی وجہ سے تباہی کے دہانے پر پہنچ چکے ہیں، لیکن واپس لوٹنے کو تیار نہیں۔ فوج اور سیاست دان اپنے اپنے مورچے میں جمے بیٹھے ہیں۔ عوام ان پر لعن طعن کرتے ہیں، لیکن حصولِ دنیا کے لیے وہ بھی جائز ناجائز کوئی موقع ضائع نہیں کرتے۔ کوئی مڑ کر دیکھنے کو تیار نہیں کہ پاکستان کی حقیقی بنیاد کیا تھی؟ ہم نے تحریک پاکستان کے دوران کیا نعرہ لگایا تھا؟ اللہ سے کیا وعدہ کیا تھا؟ قیامِ پاکستان کے دو سال بعد پاس ہونے والی قراردادِ مقاصد کا ہم نے کیا حشر کیا؟ اللہ تعالیٰ ہمیں انفرادی اور اجتماعی طور پر صراطِ مستقیم پر گامزن ہونے کی توفیق عطا فرمائے۔

سقوطِ ڈھاکہ کے حوالہ سے ایک وضاحت ہم پر لازم ہے، اس لیے کہ کوئی فرد، کوئی جماعت یا ادارہ یا حکومت، چاہے برائی کا مجسمہ کیوں نہ ہو، غلط بیانی اور جھوٹا پروپیگنڈا اور مبالغہ آرائی اس کے بارے میں بھی نہیں ہونی چاہیے۔ حق اور سچ کا دامن اس صورت میں بھی نہیں چھوڑنا چاہیے۔ 1971ء میں حکومت مخالف تحریک کے دوران اور سقوطِ ڈھاکہ کے بعد پاکستان کے فوجیوں کے مظالم کی ایسی لرزہ خیز داستانیں سنی گئیں جن میں معصوم انسانوں کا قتل عام' بنگالی عورتوں کی عصمت دری اور لوٹ مار کی بڑی تفاصیل بتائی گئی تھیں۔ ہم نے اُس وقت بھی اسے کسی قدر مبالغہ آرائی اور فتنہ انگیزی قرار دیا تھا لیکن آج خود بھارت اور بنگلہ دیش کے صحافی اس جھوٹ اور بہتان تراشی کا پردہ چاک کر رہے ہیں۔

سرمیلا بوس ایک ہندو بنگلہ دیشی صحافی خاتون ہیں۔ انہوں نے بنگلہ دیش کی تحریک آزادی اور 71ء کی پاک بھارت جنگ کے حالات پر 6 سال تک آکسفورڈ یونیورسٹی کی ریسرچ سکالر کی حیثیت سے تحقیق کی ہے۔ وہ اپنی کتاب Dead Ranking میں لکھتی ہیں کہ پاکستانی فوج کی بنگالیوں کے قتل و غارت اور ان کی عورتوں کی بے حرمتی کی کہانیاں ''را'' نے گھڑی تھیں۔ ان میں 95 فیصد جھوٹ تھا جو دنیا کو گمراہ کرنے اور پاکستان کو بدنام کرنے کے لیے گھڑا گیا تھا۔ اس نوعیت کے اکا دکا واقعات ضرور ہوئے ہوں گے۔ وہ لکھتی ہیں کہ قتل و غارت اور خواتین کی عصمت دری درحقیقت فال آف ڈھاکہ کے بعد ہوا اور یہ سلوک بنگالیوں نے مکتی باہنی سے مل کر بہاریوں کے ساتھ کیا تھا۔ بھارتی طیاروں نے ایک یتیم خانہ پر بمباری کر کے بچوں کے قتل کا الزام پاکستان پر لگا دیا تھا۔ ہندو مصنفہ کی کتاب کا واضح تاثر ہے کہ یہ سب کچھ ایک ڈراما تھا جو عسکری فوائد حاصل کرنے کے لیے سٹیج کیا گیا تھا۔ جادو وہ جو سر چڑھ کر بولے!

جہاد فی سبیل اللہ
اصل حقیقت' اہمیت ولزوم اور مراحل و مدارج
بانی تنظیم اسلامی ڈاکٹر اسرار احمد رحمہ اللہ کا ایک جامع خطاب
اشاعت خاص: 40 روپے
اشاعت عام: 15 روپے

امتوں کا زوال اور اہل ایمان کا کردار

مسجد جامع القرآن قرآن اکیڈمی لاہور میں امیر تنظیم اسلامی محترم **حافظ عاکف سعید** حفظہ اللہ کے 30 نومبر 2012ء کے خطاب جمعہ کی تلخیص

[تلاوتِ آیات اور خطبہ مسنونہ کے بعد:]

سورۃ مؤمنون کے چوتھے رکوع کی چند آیات میں نے تلاوت کی ہیں، ان آیات میں ہمارے لیے اس اعتبار سے راہنمائی ہے کہ رسولوں کے بعد جب کچھ عرصہ گزر جاتا تو لوگ بگاڑ کا شکار ہو جاتے تھے۔ وہ اصل دین کے اوپر قائم نہیں رہتے تھے بلکہ اس کے حصے بخرے کر لیتے۔ جیسے ہمارے ہاں ہر مسلک، ہر گروہ دین کے حصے بخرے کر کے اپنے اپنے حصے پر نازاں ہے کہ اصل دین ہمارے پاس ہے۔ یہ ہر دور میں ہوتا آیا ہے کہ رسول کے بعد کل دین کے تقاضوں پر چلنے والے بہت کم رہ جاتے ہیں۔ ان حالات میں اہل حق کو دیکھنا چاہیے کہ اصل دین کا تقاضا کیا ہے۔ ہمارے دین میں حقوق اللہ ہیں، نماز، روزہ اور بندگی کے مختلف انداز ہیں۔ اس کے ساتھ حقوق العباد ہیں، معاملات، اخلاق، دوسروں کے ساتھ حسن سلوک، کسی کی حق تلفی نہ کرنا، کسی کا مال غصب نہ کرنا، کسی کا دل نہ دکھانا، یہ ایک پورا پیکج ہے۔ لیکن جب حصے بخرے ہوتے ہیں تو کوئی ایک حصے کو سنبھالے بیٹھا ہے، کوئی دوسرے کو سنبھالے بیٹھا ہے، کوئی کہتا ہے کہ بس اخلاقی تعلیمات اہم ہیں نماز روزے کی کوئی اہمیت نہیں، کوئی کہے گا نماز، روزہ اصل ہے اس کے ساتھ جو بقیہ چیزیں ہیں وہ بالکل ہی نظر انداز کر رہے ہیں۔ قرآن مجید جب بات کرتا ہے تو مکمل پیکج کی بات کرتا ہے۔ ایک بندۂ مومن کا کردار کیسا ہونا چاہیے، اس کی سیرت کے بنیادی خدوخال کیا ہونے چاہئیں یہ مضمون قرآن مجید میں کئی جگہ آیا ہے۔ سورۂ مومنون کے پہلے رکوع کا یہی موضوع ہے:

﴿قَدْ اَفْلَحَ الْمُؤْمِنُوْنَ (۱) الَّذِیْنَ هُمْ فِیْ صَلَاتِهِمْ خَاشِعُوْنَ (۲) وَالَّذِیْنَ هُمْ عَنِ اللَّغْوِ مُعْرِضُوْنَ (۳) وَالَّذِیْنَ هُمْ لِلزَّکٰوةِ فَاعِلُوْنَ (۴) وَالَّذِیْنَ هُمْ لِفُرُوْجِهِمْ حٰفِظُوْنَ (۵) اِلَّا عَلٰۤی اَزْوَاجِهِمْ اَوْ مَا مَلَکَتْ اَیْمَانُهُمْ فَاِنَّهُمْ غَیْرُ مَلُوْمِیْنَ (۶) فَمَنِ ابْتَغٰی وَرَآءَ ذٰلِكَ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْعٰدُوْنَ (۷) وَالَّذِیْنَ هُمْ لِاَمٰنٰتِهِمْ وَعَهْدِهِمْ رَاعُوْنَ (۸)﴾

”بیشک ایمان والے کامیاب ہو گئے جو نماز میں عجز و نیاز کرتے ہیں اور جو بے ہودہ باتوں سے منہ موڑے رہتے ہیں اور جو زکوٰۃ ادا کرتے ہیں اور جو اپنی شرم گاہوں کی حفاظت کرتے ہیں مگر اپنی بیویوں سے یا (کنیزوں سے) جو ان کے مِلک ہوتی ہیں کہ (ان سے مباشرت کرنے سے) انہیں ملامت نہیں اور جو ان کے سوا اوروں کے طالب ہوں وہ (اللہ کی مقرر کی ہوئی) حد سے نکل جانے والے ہیں۔ اور جو امانتوں اور اقراروں کو ملحوظ خاطر رکھتے ہیں۔“

یہاں بات شروع ہوئی ہے نماز میں خشوع، زکوٰۃ کی ادائیگی اور لغو باتوں کے بچنے سے۔ بندۂ مومن لغو سے اعراض کرتا ہے۔ یہاں ایک ایک لمحہ قیمتی ہے۔ بندۂ مومن وقت کا ضیاع برداشت کر ہی نہیں سکتا، کیونکہ آخرت میں ہر ہر لمحے کا نتیجہ نکلنے والا ہے۔ اسی رکوع میں آگے جنسی نظم وضبط، عہد کی پاسداری اور امانت داری کا ذکر ہے کہ یہ ایک بندۂ مومن کے کردار کا لازمی جزو ہے۔ سورۂ مومنون کے پہلے رکوع میں بندۂ مومن کے کردار کا خاکہ موجود ہے۔ چوتھے رکوع میں ایک اور انداز سے اس کے خدوخال بیان ہوئے۔ اس رکوع کی زیر مطالعہ آیات میں رسولوں کے جانے کے بعد اُمتوں میں جو زوال آتا ہے، اس وقت سچے اہل ایمان کا کردار کیا ہونا چاہیے وہ یہاں زیر بحث آیا ہے۔ فرمایا:

﴿اِنَّ الَّذِیْنَ هُمْ مِّنْ خَشْیَةِ رَبِّهِمْ مُّشْفِقُوْنَ (۵۷)﴾

”جو لوگ اپنے پروردگار کے خوف سے ڈرتے ہیں۔“

کہنے کو تو ہر شخص یہ کہتا ہے کہ میں اصل دین پر قائم ہوں اور میرے پاس جو دین ہے وہ اصل دین ہے۔ لیکن سچے اہل ایمان جنہیں اللہ تعالیٰ کی طرف سے تائید حاصل ہے وہ لوگ ہیں جو اپنے رب کی خشیت سے ڈرتے رہتے ہیں۔ رب کے رحمان اور رحیم ہونے کا بھی پختہ یقین رکھتے ہے لیکن اس کا بھی اندیشہ رہتا ہے کہ کہیں میرے کسی غلط طرز عمل سے رب ناراض نہ ہو جائے، یہی خوف، تقویٰ کی بنیاد ہے۔ بندۂ مومن ہر وقت اللہ کا خوف، اللہ کا ڈر، اس چیز کا احساس کہ کہیں مجھ سے کوئی ایسی کوتاہی نہ ہو جائے کہ رب ناراض ہو جائے۔ اور جو کچھ میں کر رہا ہوں یہ میں اپنی بساط کے مطابق کر رہا ہوں اور مجھ سے کوئی کمی رہ سکتی ہے، بس میرا رب قبول کر لے، یہ نہیں کہ میں نے بہت تیر مارا ہے۔ مومن ہر وقت اس بات سے ڈرتا رہتا ہے کہ کہیں شیطان بہکا نہ دے، کہیں ایمان پر نفاق کا ڈاکہ نہ پڑ جائے۔ جیسے حدیث میں الفاظ آئے ہیں کہ نفاق سے اپنے آپ کو بے خوف اور امن میں صرف وہی شخص سمجھتا ہے جو خود منافق ہو اور جو ہر وقت ڈرتا اور کانپتا رہتا ہے کہ کہیں میرے ایمان پر نفاق کا ڈاکہ نہ پڑ جائے، وہ سچا مومن ہے۔ اس بارے میں کوئی شخص کسی دوسرے کے بارے میں فیصلہ نہیں کر سکتا بلکہ خود اپنے اندر جھانک کر دیکھے اگر یہ کیفیت ہے تو ٹھیک ورنہ فکر ہونی چاہیے۔ اصل میں یہ سوچ ایک خالص بندۂ مومن کی ایک بڑی نشانی ہے جو وہ اپنے اندر محسوس کر سکتا ہے۔ آگے فرمایا:

﴿وَالَّذِیْنَ هُمْ بِاٰیٰتِ رَبِّهِمْ یُؤْمِنُوْنَ (۵۸)﴾

”اور جو اپنے پروردگار کی آیتوں پر ایمان رکھتے ہیں۔“

مومنین وحی آسمانی پر پورا یقین رکھتے ہیں کہ یہ واقعی اللہ کا کلام ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ قرآن اسی طرح

محفوظ ہے جس طرح نازل ہوا جبکہ سابقہ آسمانی کتابوں میں تحریف ہوگئی۔ وہ کلام بھی اللہ کا تھا لیکن اب انسانی زبان کے اندر اس کا ترجمہ ہے۔ اصل شکل میں نہ تورات موجود ہے اور نہ انجیل۔ ایک تو یہ ترجمہ ہے۔ دوسرے تحریف شدہ ہیں، چنانچہ ان کے اندر وہ تاثیر نہیں ہے۔ لیکن قرآن مجید کو آپ پڑھیں تو دل گواہی دے گا کہ واقعی یہ اللہ کا کلام ہے۔ یہی اسلام کی حقانیت کا سب سے بڑا ثبوت ہے۔ یہود و نصاریٰ بھی مانتے ہیں کہ آسمانی ہدایت آتی رہی ہے، وہ بھی نبیوں کے ماننے والے ہیں، لیکن ان کے پاس معتبر آسمانی ہدایت نہیں ہے۔ اب صرف ایک ہی آسمانی کتاب قرآن ہے جو مستند ہے۔ اس مقام پر بین السطور یہ بات موجود ہے کہ رب کی آیات پر قلبی یقین حاصل تب ہی ہوگا جب آپ قرآن پڑھیں گے۔ یعنی وہ لوگ قرآن کی تلاوت کرنے والے اور قرآن کو مسلسل پڑھنے والے ہوتے ہیں۔ اس کے لیے اتنی عربی سیکھنا ضروری ہے کہ پڑھتے ہوئے مفہوم سمجھ میں آ رہا ہو ۔

ترے ضمیر پہ جب تک نہ ہو نزولِ کتاب
گرہ کُشا ہے نہ رازیؔ نہ صاحبِ کشّافؔ

اگر عربی نہ سیکھ سکیں تو کوئی مستند ترجمہ، کوئی مستند تشریح ہی ساتھ ساتھ پڑھیں تو یقینی طور پر دل اس کے کلام اللہ ہونے کی گواہی دے گا اور ایمان میں اضافہ ہوگا۔ گویا کہ ان کا یہ وصف ہے کہ اللہ کی کتاب کے ساتھ ان کا مضبوط تعلق ہوتا ہے۔ اس لیے ایک دوسرے مقام پر فرمایا:

﴿وَالَّذِیْنَ یُمَسِّكُوْنَ بِالْكِتٰبِ﴾ (الاعراف:170)

”اور جو لوگ کتاب کو مضبوط پکڑے ہوئے ہیں۔“

کہیں فرمایا:

﴿اَلَّذِیْنَ اٰتَیْنٰهُمُ الْكِتٰبَ یَتْلُوْنَهٗ حَقَّ تِلَاوَتِهٖ ؕ﴾

(البقرۃ:121)

”جن لوگوں کو ہم نے کتاب عنایت کی ہے وہ اس کو (ایسا) پڑھتے ہیں جیسا اس کے پڑھنے کا حق ہے۔“

یعنی صبح و شام اس کی تلاوت کرتے ہیں۔ یہ نہیں کہ بس ایک دفعہ پڑھ لیا، یہ تو روزانہ صبح و شام پڑھنے والی کتاب ہے۔ بار بار پڑھنے کی شے ہے۔ اسی سے ایمان میں اضافہ ہوگا۔ اسی سے یقین کی دولت ہاتھ آئے گی ۔

وہ جنس نہیں ایمان جسے لے آئیں دکانِ فلسفہ سے
ڈھونڈے سے ملے گی عاقل کو یہ قرآں کے سیپاروں میں

دنیاداری اور کاروباری جھمیلوں میں پڑ کر بعض اوقات اللہ کی یاد کی کیفیت نیچے آ جاتی ہے۔ دوبارہ کہاں سے لیں گے، وہ قرآن سے ملے گی، اسی لیے قرآن بار بار پڑھنے کی شے ہے۔ آگے فرمایا:

﴿وَالَّذِیْنَ هُمْ بِرَبِّهِمْ لَا یُشْرِكُوْنَ (۵۹)﴾

”اور جو اپنے پروردگار کے ساتھ شریک نہیں کرتے۔“

ایمان حاصل ہونے کے بعد وہ اس کے ساتھ شرک نہیں کرتے۔ یہ نہیں ہے کہ اللہ پر ایمان لانے کے بعد اب کائنات کی کسی اور قوت کو سمجھ لیا جائے کہ وہ بااختیار ہے۔ ہرگز نہیں! بااختیار ہستی ایک ہی ہے۔

﴿وَّلَا یُشْرِكُ فِیْ حُكْمِهٖۤ اَحَدًا﴾ (الکھف:26)

”اور نہ وہ اپنے حکم میں کسی کو شریک کرتا ہے۔“

اس نے اپنی حکومت میں کسی کو شریک نہیں کیا۔ وہ اس کے سوا کسی کے آگے جھکنے والے نہیں ہیں۔ سب سے بڑی قوت اللہ ہے اور وہ اس کے وفادار ہیں۔ چنانچہ ان کا توکل اور بھروسا اللہ کی ذات پر ہے، مادی اسباب و وسائل پر نہیں۔ یہاں اس طرزِ عمل کا جائزہ بھی لے لیا جائے جب ہم نے نائن الیون پر UTurn (یوٹرن) لیا تھا۔ وہ صرف اس بنیاد پر لیا تھا کہ امریکہ بڑی قوت ہے (معاذ اللہ) لہٰذا اپنا سب کچھ اس کے چرنوں پر قربان کر دو، ایمان کس پر ہوا؟ مادی وسائل پر رب پر نہیں، یہی شرک ہے۔

بتوں سے تجھ کو اُمیدیں خدا سے نومیدی
مجھے بتا تو سہی اور کافری کیا ہے!

اللہ کے مقابلے میں کسی دوسرے کی اطاعت شرک ہے۔ اگر والدین بھی اللہ کے حکم کے خلاف حکم دے رہے ہیں تو والدین کا ادب و احترام اپنی جگہ لیکن اطاعت اللہ کی ہوگی۔ ایک حکم اللہ کا ہے اور ایک حاکمِ وقت کا ہے۔ اگر حاکمِ وقت اللہ کے احکامات کے خلاف آپ کو حکم دے رہا ہے تو یہی امتحان ہے کہ اطاعت صرف ایک اللہ کی ہو۔ اسی طرح دنیا کی سپر پاور آپ کے سر پر سوار ہو جائے تو بات کس کی ماننی ہے؟ صرف اللہ کی۔ اگر معاملہ اس کے برعکس ہے تو یہ شرک ہے۔ جب اللہ کو مان لیا کہ وہ پوری کائنات کا خالق و مالک ہے۔ جو الحی اور القیوم ہے۔ باقی سب اس کی مخلوقات ہیں۔ ان کے پاس جو قوت و صلاحیت ہے وہ اللہ کی عطا کردہ ہے ان کی ذاتی نہیں ہے، لہٰذا توکل اللہ پر کرنا ہے۔ صرف اسی کا حکم مانیں گے۔

پریس ریلیز یکم دسمبر 2012ء — حافظ عاکف سعید

کالا باغ ڈیم اگر پاکستان کے لئے سود مند ہے تو کسی مخالفت کی پروا کئے بغیر اس کو تعمیر کرنا چاہیے

کالا باغ ڈیم تعمیر کرنے یا نہ کرنے کا فیصلہ صرف قومی مفاد میں اور تکنیکی بنیادوں پر ماہرین کے مشورہ سے ہونا چاہیے۔ یہ بات تنظیم اسلامی کے امیر حافظ عاکف سعید نے میڈیا سے گفتگو کرتے ہوئے کہی۔ اُنہوں نے کہا کہ انتہائی افسوس کی بات ہے کہ ہمارے ملک میں انتہائی اہم منصوبے جن کا تعلق معیشت سے ہوتا ہے اُنہیں بھی سیاست کی بھینٹ چڑھا دیا جاتا ہے۔ اُنہوں نے کہا کہ بھٹو دور تک یہ منصوبہ غیر متنازع تھا۔ ضیاالحق کے دور میں صوبہ سرحد کے فوجی گورنر نے اِسے سیاسی رنگ دیا۔ اُنہوں نے ان خبروں پر سخت تشویش کا اظہار کیا کہ بھارت اُن قوم پرست سیاست دانوں کو بھاری رقمیں ادا کر رہا ہے جو کالا باغ ڈیم کی مخالف ہیں۔ اُنہوں نے کہا کہ کالا باغ ڈیم کی تعمیر کے حوالہ سے ہائی کورٹ کے فیصلہ سے نئی صورت حال پیدا ہوگئی ہے۔ تمام سیاست دانوں کا قومی فریضہ ہے کہ وہ اس پراجیکٹ کا خالصتاً پاکستان کے مفاد کو مدنظر رکھتے ہوئے از سرِ نو جائزہ لیں۔ اگر ماہرین کے مشورہ سے یہ بات ثابت ہو جائے کہ بحیثیت مجموعی یہ منصوبہ پاکستان کے لئے سود مند ہے تو کسی مخالفت کی پروا نہ کی جائے، البتہ سندھ اور خیبر پختونخوا کے تحفظات کو ایڈریس کیا جائے اور اُنہیں دور کرنے کی بھرپور کوشش کی جائے۔ اُنہوں نے کہا کہ پاکستان بنیادی طور پر زرعی ملک ہے لہٰذا کوئی ایسا منصوبہ جس سے پاکستان کی زراعت ترقی کے راستے پر گامزن ہوتی ہے، اُس کی تعمیر میں کوئی رکاوٹ نہیں ہونی چاہیے اور اگر اس کی تعمیر مضر ہے تو اس منصوبہ کو ختم کرنے کا واضح اعلان ہونا چاہیے۔ (جاری کردہ: مرکزی شعبہ نشر و اشاعت تنظیم اسلامی پاکستان)

شرک سے بچنے کا اصل مفہوم یہ ہے۔

آگے فرمایا:

﴿ وَالَّذِيْنَ يُؤْتُوْنَ مَآ اٰتَوْا وَّقُلُوْبُهُمْ وَجِلَةٌ اَنَّهُمْ اِلٰى رَبِّهِمْ رٰجِعُوْنَ (٦٠) ﴾

''اور جو دے سکتے ہیں دیتے ہیں اور ان کے دل اس بات سے ڈرتے رہتے ہیں کہ ان کو اپنے پروردگار کی طرف لوٹ کر جانا ہے۔''

موضوع کے حوالے سے مومنین کی اگلی صفت یہ بیان ہوئی کہ وہ اللہ کی راہ میں خرچ کرتے ہیں، یہاں اللہ کی راہ میں خرچ کرنے سے یہ بھی مراد ہے کہ غریبوں کو دیتے ہیں، یہ بھی اللہ کو پسند ہے کہ آپ اپنے بھائیوں اور غریب رشتہ داروں کی مدد کر رہے ہیں۔ ضرورت مند اور حاجت مندوں کے ساتھ تعاون کرتے ہیں۔ اس کے ساتھ اللہ کے دین کو قائم کرنے کے لیے بھی انفاق کرتے ہیں۔ اس کام میں مال بھی لگا رہے ہیں اور جسم و جان کی توانائیاں بھی لگا رہے ہیں۔ اور اس سب کے بعد ان کے دل کانپ رہے ہوتے ہیں اس خیال سے کہ انہیں اپنے رب کی طرف لوٹ کر جانا ہے، یہ ایمان کا ایک لازمی اور منطقی نتیجہ ہے کہ آپ کو مستحضر رہنا چاہیے کہ یہ دنیا دارالامتحان ہے۔ یہاں جو کچھ ہو رہا ہے یہ سب ریکارڈ ہو رہا ہے اور ایک دن اللہ کے ہاں جا کر مجھے ایک ایک شے کا حساب دینا ہے۔ یہ تو سب کو معلوم ہے کہ یہاں سے جانا ہے، کافر، دہریہ، ملحد سب جانتے ہیں، لیکن اللہ کے ہاں جا کر پیشی ہونی ہے اور جا کر ہر عمل کا حساب دینا ہے یہ تو آج مسلمانوں کو بھی یاد نہیں، الاماشاء اللہ! جو سچے صاحب ایمان ہیں انہیں ہر وقت آخرت کا خیال دامن گیر رہتا ہے۔ جس رب نے ہمیں پیدا کیا اسی نے بتا دیا کہ یہ دنیا عارضی ہے۔ یہ امتحانی وقفہ ہے اور اصل زندگی وہ ہے۔ یہاں جو کچھ دیا گیا وہ بھی امتحان کے لیے دیا گیا۔ یہ ایمان کی نشانی ہے۔ اگر یہ کیفیت نہیں ہے تو ہمیں اپنے ایمان کو بڑھانا ہوگا۔ جس کا اللہ پر اور آخرت پر ایمان ہے اس کا طرز عمل وہی ہوگا جو ایک حدیث میں آیا۔ جس کا مفہوم یوں ہے: ''بندۂ مومن کا معاملہ بڑا عجیب ہے۔ جب اسے کوئی خیر پہنچتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی نعمت ملتی ہے تو وہ شکر ادا کرتا ہے اور جب کوئی تکلیف آتی ہے، مصیبت پہنچتی ہے تو صبر کرتا ہے۔'' یعنی وہ مصیبت کے وقت واویلا اور فریاد نہیں کرتا بلکہ وہ جانتا ہے کہ یہ آزمائش ہے اور اس آزمائش میں مجھے قرآن و سنت کی طرف رجوع کرنا ہے اور صبر سے کام لینا ہے۔ یہ دونوں صورتیں اس کے لیے خیر ہی خیر ہیں۔ دونوں ہی شکلوں میں اللہ کے ہاں اس کے اجر و ثواب میں اضافہ ہو رہا ہے اور اللہ کے ہاں اس کا مقام اونچا ہو رہا ہے، لیکن یہ تب ہوگا جب ہر وقت ذہن میں ہو کہ ایک دن اللہ کے حضور حاضر ہونا ہے۔

اگلی آیت میں ارشاد ربانی ہے:

﴿ اُولٰٓئِكَ يُسٰرِعُوْنَ فِي الْخَيْرٰتِ وَهُمْ لَهَا سٰبِقُوْنَ (٦١) ﴾

''یہی لوگ نیکیوں میں جلدی کرتے اور ان میں دوسروں سے آگے نکل جاتے ہیں۔''

آج کی مادی سوچ تو یہ ہے کہ مقابلہ کا میدان صرف دنیا ہی ہے۔ آج ہمارا معیار تو یہ ہے آپ پہلے کہاں تھے اور اب کہاں کھڑے ہیں، کیا آپ ایلیٹ کلاس کا حصہ بنے۔ بچوں کو اعلیٰ تعلیم کہاں تک دلوائی، یعنی ساری فکر اور بھاگ دوڑ ہے تو اسی دنیا کے لیے، مقابلہ ہے تو اسی دنیا کے میدان میں ہے۔ اہل ایمان کا مقابلہ نیکی اور خیر کے کام میں ہوتا ہے۔ نیکی اور خیر کے کاموں میں وہ اس لیے سبقت کرتے ہیں تاکہ رب کی رحمت زیادہ سے زیادہ میرے ساتھ ہو، آخرت میں زیادہ سے زیادہ انعامات اور اللہ کا فضل حاصل کرسکوں۔ سچے اہل ایمان کو معلوم ہے کہ ہمارا اصل مستقبل وہ ہے، ہمارا گھر وہ ہے، منزل وہ ہے یہاں ہم عارضی طور پر بھیجے گئے ہیں یہ اصل گھر نہیں ہے۔ لہٰذا جو کرنا ہے وہاں کے لیے کرنا ہے۔ جب حقیقی ایمان ہوگا تو رُخ لازماً بدلے گا۔

﴿ وَلَا نُكَلِّفُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَا وَلَدَيْنَا كِتٰبٌ يَّنْطِقُ بِالْحَقِّ وَهُمْ لَا يُظْلَمُوْنَ (٦٢) ﴾

''اور ہم کسی شخص کو اس کی طاقت سے زیادہ تکلیف نہیں دیتے اور ہمارے پاس کتاب ہے جو سچ سچ کہہ دیتی ہے اور ان (لوگوں) پر ظلم نہیں کیا جائے گا۔''

اللہ کو یہ بھی معلوم ہے کہ ہر شخص کی کتنی وسعت ہے وہ وسعت سے زیادہ اس پر بوجھ نہیں ڈالتا وہ اسی استطاعت کے مطابق اس سے حساب بھی لے گا اور اس کے ساتھ ہرگز ناانصافی نہ ہوگی۔

﴿ بَلْ قُلُوْبُهُمْ فِيْ غَمْرَةٍ مِّنْ هٰذَا وَلَهُمْ اَعْمَالٌ مِّنْ دُوْنِ ذٰلِكَ هُمْ لَهَا عٰمِلُوْنَ (٦٣) ﴾

''مگر ان کے دل ان (باتوں) کی طرف سے غفلت میں (پڑے ہوئے) ہیں اور ان کے سوا اور اعمال بھی ہیں جو یہ کرتے رہتے ہیں۔''

اب جو آگے ذکر ہو رہا ہے وہ غیر مسلموں کا ہے جو حضور ﷺ کو نہیں مان رہے، قرآن کو نہیں مان رہے، یا وہ لوگ مراد ہیں جو مسلمان ہو کر ان حقائق سے دور ہیں، اصل ایمان سے محروم ہیں جو ایمان اور اس کے عملی تقاضوں سے گریز کا معاملہ کرتے ہیں جن کے دل اس حوالے سے شک اور جہالت میں گرفتار ہیں، جو غافل اور مدہوش ہیں انہیں آخرت کی فکر نہیں ہے، آخرت کے سوا انہوں نے دوسرے مشاغل اختیار کر لیے ہیں۔ کسی کو مال و دولت چاہیے، کسی کو کوئی اونچا عہدہ چاہیے۔ ایسے بہت سارے ان کے اپنے مشغلے ہیں لیکن اصل مشغلہ کہ آخرت کی فکر کریں جو ایمان کا لازمی نتیجہ ہے اس سے دور ہیں۔

﴿ حَتّٰٓى اِذَآ اَخَذْنَا مُتْرَفِيْهِمْ بِالْعَذَابِ اِذَا هُمْ يَجْـَٔرُوْنَ (٦٤) ﴾

''یہاں تک کہ جب ہم نے ان میں سے آسودہ حال لوگوں کو پکڑ لیا تو وہ اس وقت تلملا اٹھیں گے۔''

ویسے تو ہر معاشرے میں امیر بھی ہوتے ہیں، غریب بھی ہوتے ہیں، سرمایہ دار طبقہ بھی ہوتا ہے، مزدور طبقہ بھی ہوتا ہے۔ یہاں اس خوشحال طبقے کا ذکر ہے جس نے دنیا کی زندگی ہی کو اپنا مقصود بنا رکھا ہے، جب انہیں ہم پکڑیں گے تو وہ چیخنے اور چلانے لگیں گے، فریاد کریں گے کہ ہمارے ساتھ ایسا کیوں ہو رہا ہے۔ فرمایا:

﴿ لَا تَجْـَٔرُوا الْيَوْمَ قف اِنَّكُمْ مِّنَّا لَا تُنْصَرُوْنَ (٦٥) ﴾

''آج مت تلملاؤ تم کو ہم سے کچھ مدد نہیں ملے گی

اس وقت ان سے کہا جائے گا کہ آج مت چیخو اور چلاؤ، تمہیں اللہ سے بچانے والا کوئی نہیں ہے، آج کوئی چھڑا نہیں سکتا کیونکہ یہ جزا و سزا کا وقت ہے، عمل و توبہ کا وقت ختم ہوگیا ہے۔ تم نے دنیا میں ہمارے پیغام اور آیات سے روگردانی کی، اب تمہاری چیخ و پکار بے کار ہے۔

یہ اصل حقائق ہیں جن کی طرف قرآن توجہ دلا رہا ہے۔ قرآن خود پوچھتا ہے: ﴿فَاَيْنَ تَذْهَبُوْنَ﴾ ''اور تم کدھر جا رہے ہو۔''

﴿اِنَّ هٰذَا الْقُرْاٰنَ يَهْدِيْ لِلَّتِيْ هِيَ اَقْوَمُ﴾ (بنی اسرائیل: 9)

''یہ قرآن وہ رستہ دکھاتا ہے جو سب سے سیدھا ہے۔''

یہ قرآن اس راستے کی راہنمائی کرتا ہے، جو جہنم کے عذاب سے بچا کر اصل کامیابی یعنی جنت تک پہنچانے والا راستہ ہے، لہٰذا قرآن کو پکڑو۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اس قرآن سے صحیح معانی میں استفادہ کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔ (مرتب: فرقان دانش)

☆☆☆

جمہوریت یا خلافت

انجینئر حافظ نوید احمد

مغربی جمہوریت جن تصورات کی حامل ہے وہ بلاشبہ اسلامی تصورات کے اعتبار سے گمراہ کن ہیں۔ یہ جمہوریت طاقت کا سرچشمہ عوام کو قرار دیتی ہے جبکہ اسلام کے نزدیک لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ یعنی اصل طاقت وقوت صرف اور صرف اللہ ہی کے ہاتھ اور اختیار میں ہے۔ اِس جمہوریت کے نزدیک حاکمیت عوام کا حق ہے جبکہ اسلام کے نزدیک اِنِ الْحُکْمُ اِلَّا لِلّٰہِ......حاکمیت کا اختیار صرف اور صرف اللہ کے پاس ہے۔ بقول اقبال ؎

سروری زیبا فقط اُس ذاتِ بے ہمتا کو ہے
حکمراں ہے اک وہی باقی بتانِ آزری

یہ جمہوریت بندوں کو تولتی نہیں بلکہ گنتی ہے۔ اسلام کے نزدیک اُن بندوں کی عزت ہے جو متقی، صادق اور امین ہوں۔

اسلام کے چند مخلص بہی خواہوں نے مغربی جمہوریت کے خلافِ اسلام تصورات کو نکال کر اِسے اسلامی جمہوریت بنانے کے لئے کچھ شرائط بیان کی ہیں۔ مثلاً اگر یہ طے کر لیا جائے قانون سازی کا حق صرف اللہ اور اس کے رسول ﷺ کا ہے۔ عوامی نمائندوں کی 51 فیصد کیا 100 فیصد اکثریت بھی قرآن وسنت کے خلاف کوئی قانون سازی نہیں کر سکتی۔ ریاست کا سربراہ ''اُوْلُوا الْاَمْرِ مِنْکُمْ'' کی قرآنی ہدایت کی روشنی میں صرف مسلمان ہی بن سکتا ہے۔ ریاست کے تمام کلیدی مناصب کے لئے امین و صادق ہونا شرطِ لازم ہے۔ اقلیتوں کے مال و جان اور عبادت گاہوں کی حفاظت کی پوری ضمانت دی جائے لیکن اسلامی ریاست میں وہ قانون سازی اور کلیدی عہدوں کے اہل نہ ہوں گے کیونکہ وہ اُس اسلام کو قبول ہی نہیں کرتے جو ریاست کی اصل بنیاد اور دستور ہے۔ البتہ فنی اور دیگر پیشہ وارانہ شعبہ جات میں وہ اپنی قابلیت اور صلاحیت کی بنیاد پر اونچے مناصب حاصل کر سکیں گے۔ اِن شرائط کے ساتھ جمہوریت ہوگی وہ اسلامی جمہوریت ہوگی اور دراصل وہی عصر حاضر میں اسلام کے تصورِ خلافت کا مظہر ہوگی۔

اسلام کے کچھ دیگر خیر خواہ اس بات کو قبول نہیں کرتے کہ خلافت کے بجائے اسلامی جمہوریت کی اصطلاح استعمال کی جائے۔ اُن کی رائے میں جب اسلاف سے خلافت کی اصطلاح ہی چلی آ رہی ہے تو مغرب کی وضع کردہ اصطلاح کو کیوں استعمال کیا جائے۔ اِس میں کوئی شک نہیں کہ ہمارے نزدیک قابل ترجیح اصطلاح خلافت ہی کی ہے۔ البتہ جن بہی خواہوں نے اسلامی جمہوریت کا تصور پیش کیا ہے اُن کے نزدیک جدید اصطلاحات کا استعمال دورِ حاضر میں اسلامی تعلیمات کے ابلاغ کے لئے ضروری ہے۔ جدید تعلیم یافتہ طبقہ جس نظامِ تعلیم سے گزر رہا ہے اور جن ذرائع ابلاغ کے زیر اثر ہے' وہ بات جدید اصطلاحات کے ذریعہ ہی سمجھ سکتا ہے، لہٰذا اہمیت ظاہری الفاظ کے بجائے روح اور حقیقت کو دینے کی ضرورت ہے۔

اسلام دشمنوں نے اسلامی اصطلاحات کو استعمال کر کے نوعِ انسانی کو گمراہ کرنے کی کوشش کی ہے۔ مساوات کا تصور اسلام نے دیا ہے۔ تمام انسان ایک خالق کی مخلوق اور ایک انسانی جوڑے کی اولاد ہونے کے ناطے برابر ہیں۔ ریاست کی نگاہ میں ہر شہری کی جان، مال اور آبرو یکساں محترم ہے۔ قانون کا اطلاق ہر شہری پر یکساں ہوگا۔ مساوات کے اس تصور کو اسلام دشمنوں نے کامل مساوات کے معنی پہنا دیے۔ لہٰذا مساوات مرد وزن کا نعرہ دے کر عورت کو گھر سے باہر نکالا، اُس کی ناموس کو خطرات سے دوچار کیا اور اُس پر معاشی بوجھ بھی لاد دیا۔ معاشی مساوات کا تصور دے کر نظامِ اشتراکیت کے تحت محنت اور صلاحیت کی ناقدری کی۔ آزادی کا ایک تصور اسلام نے دیا ہے۔ وہ یہ کہ کوئی انسان کسی دوسرے انسان کا غلام نہیں۔ وہ صرف اللہ کا بندہ ہے۔ وہ اللہ کی بندگی کے دائرے میں اظہارِ رائے اور دیگر سرگرمیوں کے لئے آزاد ہے۔ اسلام دشمنوں نے اِسی آزادی کی اصطلاح کو اللہ کی بندگی اور شریعت کے ضوابط سے بھی آزاد کرنے کے لئے استعمال کیا۔ جب اسلام دشمن اسلامی اصطلاحات کو اپنے غلط مقاصد کے لئے استعمال کر کے گمراہی پھیلا رہے ہیں تو اس میں کیا قباحت ہے کہ ہم جدید دور کی اصطلاحات کو گمراہ کن تصورات سے پاک کر کے اسلامی تعلیمات کی صحیح روح کے ساتھ لوگوں تک پہنچانے کی کوشش کریں۔ اسلامی تعلیمات کا ابلاغ ہماری دینی ذمہ داری ہے اور اِس کا حق تب ہی ادا ہوگا جب مخاطبین کی زبان اور اُن کی مانوس اصطلاحات کی مدد سے یہ ذمہ داری ادا کی جائے۔

کیا آپ جاننا چاہتے ہیں کہ

- ازروئے قرآن حکیم ہمارا دین کیا ہے؟
- ہماری دینی ذمہ داریاں کون کون سی ہیں؟
- نیکی، تقویٰ اور جہاد کی اصل حقیقت کیا ہے؟

تو مرکزی انجمن خدام القرآن کے جاری کردہ مندرجہ ذیل خط وکتابت کورسز سے فائدہ اٹھائیے:

(1) قرآن حکیم کی فکری و عملی راہنمائی کورس
(2) عربی گرامر کورس (I، II، III)
(3) ترجمہ قرآن کریم کورس

مزید تفصیلات اور پراسپکٹس (مع جوابی لفافہ) کے لئے رابطہ:

شعبہ خط وکتابت کورسز
قرآن اکیڈمی 36-کے ماڈل ٹاؤن لاہور
فون: 35869501-3
E-mail: distancelearning@tanzeem.org

تنظیم اسلامی کا پیغام
نظام خلافت کا قیام

صفر کا مہینہ اور چند غلط تصورات

ابو عبداللہ

صفر اسلامی کیلنڈر کا دوسرا مہینہ ہے جس کے بارے میں لوگوں میں بہت سی غلط فہمیاں پائی جاتی ہیں۔ ایک طرف اس کے ساتھ بہت سی توہمات اور بدشگونیاں وابستہ کر لی گئی ہیں اور دوسری طرف ان کے خود ساختہ حل بھی تلاش کر لئے گئے۔

صفر کا مہینہ اسلام سے پہلے منحوس سمجھا جاتا تھا لیکن مسلمان اسے صفر الخیر یا صفر المظفر (کامیابی کا مہینہ) کہتے ہیں۔

صفر کے معنی اور وجہ تسمیہ

عربوں کے ہاں چار مہینے حرمت کے تھے، ذوالقعدہ، ذوالحجہ، محرم اور رجب ان مہینوں میں وہ ہر قسم کے جنگ وجدل سے باز رہتے تھے اور اس انتظار میں ہوتے تھے کہ جیسے ہی یہ حرمت والے مہینے ختم ہوں تو وہ لوٹ مار شروع کریں، لہٰذا صفر شروع ہوتے ہی وہ لوٹ مار، رہزنی اور جنگ وجدل کے ارادے سے گھروں سے نکلتے تو ان کے گھر خالی ہو جاتے۔ یوں عربی میں یہ محاورہ "صَفَرَ الْمَكَانُ" (گھر کا خالی ہونا) مشہور ہو گیا صَفَرٌ، اور صِفْرٌ کے معنی خالی ہونا، مشہور محدث اور تاریخ دان سخاویؒ نے اپنی کتاب "المشھور فی اسماء الایّام و الشھور" میں صفر کے مہینے کی یہی وجہ تسمیہ لکھی ہے۔

عربوں نے جب دیکھا کہ اس مہینے میں لوگ قتل ہو جاتے ہیں اور گھر برباد اور خالی ہو جاتے ہیں تو انہوں نے اس مہینہ کو اپنے لئے منحوس قرار دیا اور گھروں کی بربادی اور ویرانی کی اصل وجہ کی طرف توجہ نہ دی۔ اور نہ ہی اپنے غلط کاموں کا احساس کیا۔ لڑائی جھگڑوں اور جنگ وجدل سے کنارہ کشی اختیار نہ کی بلکہ اس مہینے کو منحوس ٹھہرا دیا۔ نحوست کے بارے میں قرآن مجید میں ارشاد ہے۔

﴿وَكُلَّ اِنْسَانٍ اَلْزَمْنٰهُ طٰٓئِرَهٗ فِیْ عُنُقِهٖ ؕ وَنُخْرِجُ لَهٗ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ كِتٰبًا يَّلْقٰىهُ مَنْشُوْرًا (۱۳) اِقْرَاْ كِتٰبَكَ ؕ كَفٰى بِنَفْسِكَ الْيَوْمَ عَلَيْكَ حَسِيْبًا (۱۴)﴾ (بنی اسرائیل)

"اور ہم نے ہر انسان کے شگون کو بصورت کتاب اس کے گلے میں لٹکا دیا ہے اور قیامت کے روز وہ کتاب اسے نکال دکھائیں گے جسے وہ کھلا ہوا دیکھے گا (کہا جائے گا کہ) اپنی کتاب پڑھ لے تو آج اپنا حساب لگانے کے لئے خود ہی کافی ہے۔"

ان آیات سے پتہ چلتا ہے کہ انسان کی نحوست کا تعلق اس کے اپنے عمل سے ہے جبکہ وہ سمجھتا ہے کہ نحوست کہیں باہر سے آتی ہے۔ وہ کبھی کسی انسان، کبھی کسی جانور، کبھی کسی عدد، کبھی کسی دن، اور کبھی کسی مہینے کو منحوس قرار دینے لگتا ہے۔

نحوست کے لئے عربی زبان میں لفظ طِيَرَۃ استعمال ہوتا ہے جو "طَيْرٌ" پرندہ سے نکلا ہے۔

عرب لوگ پرندہ اڑا کر فال لیتے تھے۔ کرمانی نے شرح بخاری میں لکھا ہے کہ جاہل عرب اپنے دستور کے مطابق پرندہ آزاد کرتے تھے۔ اگر وہ دائیں جانب جاتا تو اسے بابرکت تصور کرتے اور اگر بائیں جانب جاتا تو اسے منحوس سمجھتے۔

زمانۂ جاہلیت کی ایک اور رسم یہ تھی کہ جب احرام باندھ کر حج کے لئے نکلتے، پھر گھر میں کوئی ضرورت پیش آتی تو دروازہ سے نہ جاتے بلکہ چھت پر چڑھ کر گھر کے اندر اترتے یا گھر کی پشت کی جانب نقب دے کر گھستے اور اس کو نیکی سمجھتے۔

نسیٔ کی رسم

اسلام سے پہلے جب عربوں کی وحشت اور جہالت حد سے بڑھ گئی اور باہمی جدال وقتال میں بعض قبائل کی درندگی اور انتقام کا جذبہ کسی آسانی اور زمینی قانون کا پابند نہ رہا تو نسیٔ کی رسم نکالی یعنی جب کسی زور آور قبیلہ کا ارادہ ماہِ محرم میں جنگ کرنے کا ہوتا تو ایک سردار اعلان کر دیتا کہ امسال ہم نے محرم کو اشہر حرام سے نکال کر اس کی جگہ صفر کو حرام کر دیا۔ پھر اگلے سال کہہ دیا جاتا کہ اس مرتبہ حسب قدیم محرم حرام اور صفر حلال رہے گا۔ قمری کیلنڈر ایک عالمی کیلنڈر ہے۔ قمری حساب عبادات اسلامی حج، روزہ وغیرہ کا ذریعہ اور ایک اسلامی شعار ہے۔ اس کے ذریعے ہر انسان عالم، جاہل، دیہاتی، جزیروں پہاڑوں کے رہنے والے جنگلی سب کے لئے حساب آسان ہے۔ چاند اللہ تعالیٰ کے مقرر کردہ ضابطہ کے مطابق گھٹنے اور بڑھنے کا پابند ہے۔ نہ تو اس کے گھٹنے اور بڑھنے سے کسی کی قسمت پر اثر پڑتا ہے اور نہ ہی کسی خاص مہینے کا چاند نظر آنے سے نحوست واقع ہو جاتی ہے۔ انسان کی خوش قسمتی اور بدقسمتی کا انحصار سورج، چاند اور ستاروں کی گردش پر نہیں بلکہ انسان کے اپنے عمل پر ہے۔ کیونکہ ان کی تخلیق کا مقصد تو یہ ہے کہ سالوں کا حساب کیا جا سکے اور عبادت کے اوقات معلوم کرنے میں آسانی ہو۔ مہینوں کی تعداد اللہ تعالیٰ کی مقرر کردہ ہے۔ قرآن میں فرمایا:

﴿اِنَّ عِدَّةَ الشُّهُوْرِ عِنْدَ اللّٰهِ اثْنَا عَشَرَ شَهْرًا فِیْ كِتٰبِ اللّٰهِ يَوْمَ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ﴾

(التوبہ:36)

"بے شک اللہ کے نزدیک مہینے گنتی میں بارہ ہیں (یعنی) اس روز سے کہ اس نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا۔"

کوئی چیز انسان کو نفع یا نقصان نہیں پہنچا سکتی سوائے اللہ تعالیٰ کے حکم کے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿مَآ اَصَابَكَ مِنْ سَيِّئَةٍ فَمِنْ نَّفْسِكَ ؕ﴾

(النساء:79)

"کوئی بھلائی جو تمہیں پہنچے وہ اللہ کی طرف سے ہے اور کوئی برائی جو تمہیں پہنچے تو وہ تمہارے نفس کی طرف سے ہے۔"

اصل میں جملہ بھلائی اور برائی کا موجد اللہ تعالیٰ ہے مگر بندہ کو چاہیے کہ نیکی کو اللہ تعالیٰ کا فضل اور احسان سمجھے اور برائی کو اپنے اعمال کی شامت جانے۔ اگر چھوٹی موٹی تکلیف یا بیماری آئے تو دوسروں کو موردِ الزام نہیں ٹھہرانا چاہیے کہ ضرور کسی نے جادو کر دیا ہے یا دیگر توہمات رکھنا جو پیار و محبت کے رشتوں کو ختم کر دیتے ہیں۔

آج کل لوگوں نے مختلف چیزوں کے ساتھ توہمات اور بدشگونیاں وابستہ کر لی ہیں۔ کوئی آدمی گھر سے نکلا کالی بلی نظر آئی، تو اسے منحوس خیال کی اور گھر واپس لوٹ آئے۔ عربوں کے ہاں الّو کا بولنا نحوست کی علامت تھی۔ بعض لوگ رنگوں سے شگون لیتے ہیں۔ اگر کالے رنگ کا کپڑا پہنا تو بیمار ہو جاؤ گے کیونکہ کالا رنگ خانہ کعبہ کے غلاف کا ہے۔ اسی طرح سبز جوتا پہننا بے ادبی ہے کیونکہ سبز رنگ رسول اکرم ﷺ کی قبر مبارک کے گنبد کا ہے۔

بدشگونی اور نحوست کے بارے میں لوگوں کے مختلف معیارات ہیں عربوں کے ہاں الّو نحوست کی علامت جب کہ مغرب میں الو عقلمندی کی علامت سمجھا جاتا ہے۔ اہل یورپ تیرہ کے عدد کو منحوس سمجھتے ہیں اس کے برعکس چین میں تیرہ خوش قسمتی کی علامت ہے۔

صفر کے مہینے میں لوگ شادی نہیں کرتے، چنے ابال کر محلے میں بانٹتے ہیں کہ ہماری بلائیں دوسروں کی طرف چلی جائیں۔ آٹے کی تین سو پینسٹھ گولیاں بنا کر تالابوں میں ڈالنا تا کہ بلائیں ٹل جائیں اور رزق میں ترقی ہو۔ اس مہینے کو مردوں پر بھاری سمجھنا اور اس کی تیرہ تاریخ کو منحوس سمجھنا۔ ان تمام باتوں کی دین میں کوئی حیثیت نہیں۔ اس مہینے شادی کرنے سے گریز کرنا، بچے کا عقیقہ نہ کرنا یا دیگر تقریبات نہ منانا اسلامی طرز عمل نہیں کیونکہ ماہ و سال، رات اور دن کے آنے جانے سے ترتیب پاتے ہیں۔ جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿وَجَعَلْنَا الَّيْلَ وَالنَّهَارَ اٰيَتَيْنِ فَمَحَوْنَآ اٰيَةَ الَّيْلِ وَجَعَلْنَآ اٰيَةَ النَّهَارِ مُبْصِرَةً لِّتَبْتَغُوْا فَضْلًا مِّنْ رَّبِّكُمْ وَلِتَعْلَمُوْا عَدَدَ السِّنِيْنَ وَالْحِسَابَ﴾

(بنی اسرائیل:12)

”اور ہم نے دن اور رات کو دو نشانیاں بنایا ہے۔ رات کی نشانی کو تاریک بنایا اور دن کی نشانی کو روشن تا کہ تم اپنے پروردگار کا فضل (یعنی روزی) تلاش کرو اور برسوں کا شمار اور حساب جانو۔“

دنوں سے مل کر ہفتے اور ہفتوں سے مہینے اور سال بنتے ہیں یہی ماہ و سال زمانہ ہے جس کو برا کہنے سے حدیث قدسی میں منع کیا ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

”ابن آدم زمانے کو گالی دے کر مجھے اذیت دیتا ہے حالانکہ زمانہ میں ہوں، میرے ہاتھ میں ہر کام ہے، میں رات اور دن کو الٹ پلٹ کرتا ہوں۔“

حضور ﷺ نے بھی ہمیں شگون اور توہمات سے منع کیا ہے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ”کوئی بیماری متعدی نہیں، نہ اُلو کا نکلنا کچھ ہے، نہ کسی ستارے کی کوئی تاثیر ہے اور نہ صفر کا مہینہ منحوس ہے۔“ (ابوداؤد)

ایک موقع پر حضور ﷺ نے فرمایا:

”جو کسی چیز سے بدفالی پکڑ کر اپنے مقصد سے لوٹ آیا اس نے شرک کیا۔“ (صحابہ کرامؓ نے) پوچھا، اے اللہ کے رسول ﷺ! اس کا کفارہ کیا ہوگا؟ فرمایا: ”وہ کہے اے اللہ! تیری دی ہوئی بھلائی کے سوا کوئی بھلائی نہیں اور تیرے فال کے سوا کوئی فال نہیں اور تیرے علاوہ کوئی معبود نہیں۔“ (مسند احمد)

توہمات اور بدشگونیاں انسان کو اندر سے کمزور کر دیتی ہیں۔ شیطان ہمیں شرک میں مبتلا کر کے ہمارے اعمال ضائع کرتا ہے چنانچہ ایسے خیالات کو دل سے نکال کر اللہ تعالیٰ پر توکل کر کے اپنا کام جاری رکھنا چاہیے۔

حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”بدشگونی شرک ہے، بدشگونی شرک ہے“ تین بار کہا اور ہم سے کوئی ایسا نہیں (اسے وہم ہو جاتا ہے) لیکن اللہ تعالیٰ اسے دور کر دیتا ہے۔“

ہمیں چاہیے کہ ان سب بے حقیقت باتوں اور توہمات کو چھوڑ کر ہمارا بھروسا اور توکل اللہ کی ذات پر ہو۔ اور اللہ تعالیٰ کے احکامات اور نبی کریم ﷺ کی سنتوں پر عمل پیرا ہو کر زندگی گزارنا چاہیے۔ اسی میں ہماری دنیاوی اور اُخروی نجات مضمر ہے۔

۞ ۞ ۞

بیابہ مجلس اسرار

اسلامی انقلاب منظم عوامی جدوجہد سے آئے گا

ہماری زندگی میں اجتماعی سطح پر ہمہ گیر اور بنیادی تبدیلیاں نہ سیاسی اور انتخابی عمل کے ذریعے ممکن ہیں، اس لیے سیاسی اور انتخابی عمل کے ذریعے کسی قائم شدہ نظام کو بہتر طور پر چلایا جاسکتا ہے تبدیل نہیں کیا جاسکتا، نہ ہی کسی تدریجی اور جزوی اصلاح کے ذریعے ممکن ہیں، اس لیے کہ اس طرح صرف سطحی تبدیلیاں لائی جاسکتی ہیں بنیادی نہیں، بلکہ اس کے لیے ایک مکمل انقلاب کی ضرورت ہے جس کے لیے ایک ایسی انقلابی جماعت ضروری ہے جس کے وابستگان پہلے اپنی ذات پر اور اپنے دائرہ اختیار میں خصوصاً اپنے گھر میں احکام شریعت کو نافذ کریں اور پھر ایک بنیانِ مرصوص کی صورت اختیار کر کے منظم انداز میں تن من دھن قربان کرنے کے لیے تیار ہوں (چنانچہ اس نظام کو قائم کرنے کی ایک حقیری کوشش کے طور پر ہم نے تنظیم اسلامی قائم کی ہے) لیکن اس سے بھی پہلے یہ ضروری ہے کہ عوامی سطح اور وسیع پیمانے پر نظامِ خلافت کی خصوصیات کا فہم و شعور عام کیا جائے۔

آخر میں اس امر کی وضاحت بھی ضروری ہے کہ جب تک یہ اسلامی انقلاب برپا نہ ہو، ہم موجودہ سیاسی و انتخابی عمل کے جاری رہنے کے شدت کے ساتھ قائل ہیں اور کسی بھی صورت میں دوسری واحد ممکن العمل شکل یعنی مارشل لاء کی تائید نہیں کرتے، جو ہمارے نزدیک پاکستان کے حق میں سم قاتل سے کسی طرح کم نہیں ہے۔ البتہ جو حضرات تہہ دل سے اسلامی انقلاب یا نظامِ خلافت کے قیام کے متمنی ہیں انہیں ہمارا مشورہ یہ ہے کہ اس سیاسی و انتخابی عمل سے بالکل کنارہ کش ہو کر اپنی جملہ توانائیاں اس منظم قوت کے فراہم کرنے کے لیے وقف کر دیں جو نظامِ باطل کو چیلنج کر سکے اور دینی اصلاح میں ”نہی عن المنکر بالید“ یعنی ”طاقت کے ساتھ منکرات کے استیصال“ کے لیے منظم لیکن پُرامن مظاہروں کے لیے میدان میں آسکے!“

ٹائی ٹینک ڈوب رہا ہے؟

عامرہ احسان

دنیا کا عظیم ترین ملک امریکہ—2012ء میں ایک خوشگوار یاد بن کر رہ گیا ہے۔ امریکہ میں زندگی کی حقیقت بلند بانگ دعوؤں کو جھٹلاتی ہے۔ ایک شاندار صدی اور ایک بھیانک دہائی کے بعد امریکہ اس اہم انتخابی سال میں تاریخ کے اس مقام پر پہنچ چکا ہے جہاں اب یہ حقیقت (کہ عظمت امریکہ قصہ پارینہ ہے) جھٹلائی نہیں جاسکتی۔ یہ تجزیہ کسی طالبانی دانشور کا نہیں۔ لب لباب ہے جرمنی کے معروف ترین جریدے میں شائع شدہ سپیشل سٹاف رپورٹ کا۔ (Devided States of America. Der Spiegel:5 Nov2012 امریکہ کے قدموں تلے سرکتی زمین اور چرچراتے نظام کا تفصیل سے تذکرہ کرتا ہے۔ 'سینڈی' طوفان کی تباہ کاریوں کی پیش بندی میں ناکامی اور بعدازاں ترقی پذیر ممالک سے بدتر سماں اجڑی آبادیوں کے لیے مایوس کن کارکردگی پر تبصرہ کرتا ہے۔ اس رپورٹ کے مطابق امریکہ اب وہ عظیم' مستحکم مضبوط طاقت نہیں رہا۔ اس کا نظام ہر سطح پر تباہی اور بے توجہی کا شکار ہے۔

ایک شاندار صدی اور ایک بھیانک دہائی! دس سالوں کی یہ مدت ہماری تاریخ میں اہمیت کی حامل ہے۔ یکم محرم یکم ہجری کی پہلی دہائی مکمل ہونے تک غلبۂ کفر قصہ پارینہ بن گیا تھا۔ جزیرہ نمائے عرب اسلام کا گہوارہ بن چکا تھا۔ اسلامی ریاست کی سرحدیں روم کو چھو رہی تھیں۔ دورِ حاضر میں یہ دہائی 1979ء تا 1989ء چلی۔ وہ گورباچوف جو (اوباما کی طرح) چست و چالاک ہاتھ لہراتا اچھلتا کودتا روس کے لیے امید کی کرن بن کر آیا تھا' روسی ٹینکوں سے افغانستان کو زیر کرنے کی بجائے سات سال بعد صفحہ ہستی سے مٹ جانے والے روس میں ایک تھنک ٹینک کا سربراہ رہ گیا۔ اب تاریخ کی یہ تیسری دہائی ہے جو 2001ء سے شروع ہوئی۔ یہ ریاست ہائے متحدہ امریکہ کو ریاست ہائے منتشرہ امتفرقہ میں ڈھال رہی ہے۔ امریکہ کے عروج کی ایک صدی کو افغانستان کے ہاتھوں زوال پذیر ہونے میں دس سال کافی ہوئے۔ قبل ازیں 1839ء میں عظیم سلطنت برطانیہ جس پر سورج غروب نہ ہوتا تھا' افغانستان میں 3 سال میں اس حال کو پہنچی کہ فوج کا صرف ایک زخمی بچا کر اطلاع دینے کو افغانوں نے چھوڑ دیا۔ 1878-1880ء دوبارہ قسمت آزمائی کی اور ذلت آمیز شکست کھا کر برطانوی سلطنت کا سورج افغانستان میں غروب ہوا۔ گویا نصف دہائی برطانیہ کو کافی ہوگئی۔

پہلے سینڈی طوفان عفریت بن کر نازل ہوا۔ امریکی معیشت کی زبوں حالی پر یہ تازیانہ مرے کو مارے شاہ مدار کے مترادف تھا۔ لوگ تو طوفان کے مؤنث نام رکھنے پر معترض تھے کہ 'سینڈی' کے بعد بصورت 'پاؤلا' اور 'کیلی' طوفان ہائے معاشقہ کے بگولوں نے جنرل پیٹریاس اور جنرل ایلن کے کیریئر اور امریکی جنگجوؤں کی ساکھ تباہ کر دی۔ ادھر امریکی فوج کے تابوت واپس بھیجے جا رہے تھے۔ خودکشی اور نفسیاتی امراض کا شکار ہو رہے تھے۔ ادھر کمانڈر پیٹریاس معشوقہ پاؤلا پر باؤلا ہو رہا تھا' جنرل ایلن کی تیس ہزار صفحات پر محیط خط بازی ہو رہی تھی۔ افغان جنگ امریکی قیادت پر بھاری گزری۔ جنرل پیٹریاس اور ایلن پر بجلی گرنے سے پہلے ان کا مایہ ناز سفارت کار ہالبروک اس دباؤ کی تاب نہ لاتے ہوئے جان سے ہاتھ دھو بیٹھا تھا۔ بریگیڈیئر جنرل ٹیرنس پراسرار حالات میں مردہ پایا گیا۔ اب جنرل ولیم فضول خرچی کا مرتکب ہونے پر تنزلی کا شکار ہو گیا۔ ادھر اس جنگ کو مہلک ہتھیار فراہم کرنے والی سب سے بڑی (لاک ہیڈ) کارپوریشن کا متوقع سربراہ کرسٹوفر کیوباسک (چیف آپریٹنگ آفیسر) بھی گرفتار عشق ہونے کی بنا پر معزول کر دیا گیا۔ اگرچہ یہ امر حیرت انگیز ہے کہ ہمارے ہاں بڑے بڑے جرائم میں ملوث افراد کو این آر او کا غسل دے کر قوم کی قیادت پر مامور کر دیا گیا۔ کیا ایسا مفاہمتی آرڈیننس خود امریکہ کو میسر نہ تھا کہ اپنے مایہ ناز جرنیلوں اور قوم (نیز جرنیلوں کی بیویوں' بچوں' معشوقات کے شوہروں اولادوں) کے مابین مفاہمت ہو جاتی۔ انفرادی فعل تھا قوم کو دونوں ہاتھوں سے لوٹنے اور شہریوں کے قتل بھتہ خوری میں تو ملوث نہ ہوئے تھے۔ عجب دہرے معیارات ہیں! بے چاری پاؤلا براڈویل' پیٹریاس کی سوانح حیات لکھتی لکھتی ساری سیاہی اس پر الٹ بیٹھی۔ امریکی قوم کو دیکھئے عراق پر جھوٹ بول کر تباہی و بربادی مسلط کرنا' افغانستان میں کم عمر لڑکوں کے قتل کے بعد ان کی انگلیاں بطور یادگار کاٹ کر محفوظ کرنا جرم نہیں۔ ابوغریب' گوانتانامو میں انسانی حقوق کی بھیانک خلاف ورزیاں ہوتی رہیں جوں تک نہ رینگی ڈاکٹر عافیہ کی مظلومیت پر' ظالمانہ فیصلے مسلط کرنے پر حقوق نسواں پر خراش تک نہ آئی۔ معاشقے نے یکا یک سوئی پڑی اقدار جگا دیں۔ حقوق نسواں بلبلا اٹھے۔ (اصلاً یہ بھی اداروں کی جنگ' ایف بی آئی اور سی آئی اے کی وفاقی وسائل حاصل کرنے پر رسہ کشی کا شاخسانہ ہے!) جو چاہے آپ کا حسن کرشمہ ساز کرے۔ لاک ہیڈ والے مقدمے میں چیئرمین کارپوریشن نے فرمایا ''ماتحت سے معاشقہ ہماری اقدار و روایات کے منافی ہے' (گویا یہاں کارپوریشن کے ولی کو 'کفو' یعنی ہم پلہ نہ ہونے پر غصہ تھا)۔ ہم تو ان کی اقدار کا کھوج ہی لگاتے رہ گئے۔ جہاں ہم جنس پرستی کو قانونی تحفظ حاصل ہے' جہاں حجاب و نقاب معتوب اور لائق تعزیر ہے۔ خواتین اوّل و آخر سب لباس کی کسمپرسی میں مبتلا رہتی ہیں۔ جہاں شادی کے بغیر ماں بننے والی عورتوں کا تناسب پچاس فیصد کو چھو رہا ہے۔ جہاں فحاشی بھی فحش نہیں وہاں' اقدار و روایات کا سراغ لگ جانا حوصلہ افزا ہے! یہ شاید افغان غیرت کی چھوت ہے جو افغانستان میں جنگ کے دوران امریکہ کو بھی لگ گئی!

7 نومبر سے امریکی شہریوں نے وہائٹ ہاؤس کی ویب سائٹ پر اپنی ریاستوں کی امریکہ سے علیحدگی کی درخواستیں دائر کرنے کی مہم شروع کر رکھی ہے۔ 'آکیوپائی وال سٹریٹ' کی طرح امریکہ کی اقتصادی

بدحالی اور ناقص پالیسیوں سے بے زاری کے اظہار ہی کی ایک اور کڑی ہے۔ 15 نومبر تک پچاس ریاستوں سے شہریوں نے یہ پٹیشن دائر کر دی ہے۔ دس ریاستوں نے 16 ہزار تا 21 ہزار دستخط فراہم کر دیے ہیں۔ سات ریاستوں کے 25 ہزار سے زائد دستخط موصول ہو چکے ہیں (مطلوبہ تعداد آئین کی رو سے) تاہم یہ درخواستیں فی الوقت اظہار بے زاری کی شدت ہی کو ظاہر کرتی ہیں' نتیجہ خیز ثابت نہ ہوں گی۔ ساتھ ہی ساتھ یہ تمام عوامل صدارتی انتخاب کے بعد ایک بین الاقوامی بحث کا سبب بنے ہیں۔ سنجیدگی سے ہر طرف سے یہ سوال اٹھ رہا ہے کہ کیا امریکہ' روس کی طرح زوال کا شکار ہو رہا ہے؟ وہ امریکہ جہاں روس کے زوال کے فوراً بعد اب رہتی دنیا تک کے لیے گلوبل ولیج پر لازوال حکمرانی حاصل ہو جانے کے خواب دیکھے گئے۔ معروف امریکی پروفیسر فوکویاما نے 'تاریخ کا اختتام' (End of History:1992) لکھ کر دنیا کو باور کروایا کہ پوری انسانیت کے لیے اب سرمایہ دارانہ نظام اور مغربی جمہوریت ہی آخری نظام ہے۔ یہ نظریہ دنیا کے تمام نظریات پر حاوی ہو گیا۔ فتح مکمل ہو گئی۔ امریکہ غلبۂ تامہ پا گیا۔ سیموئیل ہنٹنگٹن نے 'تہذیبوں کا تصادم' (1993) لکھ کر دنیا کو ریاستوں کے مابین تصادم کی جگہ نظریات پر مبنی تہذیبوں کے تصادم کا مستقبل دکھایا۔ یعنی اب مسئلہ یہ نہیں کہ آپ کس طرف ہیں بلکہ یہ کہ آپ کی تہذیبی شناخت کیا ہے۔ ان دانشوروں (بشمول برنارڈ لوئیس اور رڈینل پائپس) نے جو عیسائی' یہودی' صہیونی لابی تھی' مغرب کو قدم بہ قدم اسلام کے خطرے اور خوف کا بخار چڑھایا۔ تھنک ٹینکوں پر بیٹھے دانشور' لاک ہیڈ کے مہلک اسلحے کے تاجر (مالی مفادات کے حریص' انتخابی مہمات میں پیسہ لگانے والے)' مذہبی جنونی نیو کانز کے' بش نما سیاسی رہنماؤں نے مل کر سرد جنگ کے خاتمے پر ایک گرما گرم جنگ کا آغاز کیا۔ یہ جنگ بقول بش 'صلیبی جنگ' تھی۔ ابلیس کی مجلس شوریٰ کے اسباق مذکورہ گروہ کو ازبر تھے۔ 'تہذیبوں کے تصادم' کے پس پردہ اصل تصادم تو اسلام سے تھا۔ بزبان اقبال' ابلیس کے خدشات کے پیش نظر:

ہے اگر مجھ کو خطر کوئی تو اس امت سے ہے
جس کی خاکستر میں ہے اب تک شرارِ آرزو
جانتا ہے' جس پہ روشن باطن ایام ہے
مزدکیت فتنہ فردا نہیں اسلام ہے

اور یوں اس عالمی جنگ کے شعلے اس گھن گرج سے بھڑکائے گئے جس میں پوری دنیا کی عقل و دانش' حرف و صورت (میڈیا' تھنک ٹینک' یونیورسٹیاں) مہلک ترین ہتھیاروں سے لیس ہیبت ناک جنگی مشینری اور فوج در فوج بپھری موجوں کے سینے چیرتے بحری بیڑے' فضائی قوت جھونک دی گئی۔ پوری دنیا کے وسائل بقول ان کے طالبان کی ٹوٹی پھوٹی چیتھڑوں نما نفری (Rag-Tag) کے مقابل کھڑے تھے۔ دبے پاؤں رات سرکتی گئی۔ پو پھٹنے لگی۔ ایک صنعت افغانستان کی پہچان تھی۔ تابوت سازی کی صنعت! اس فن میں ماہر تھے۔ ان کا اصل زرتین قبرستان تھے۔ دو قبرستان دنیا کی عظیم طاقتوں کے۔ ایک شہداء کا۔ دنیا کے تمام مسلم وغیر مسلم ممالک کی نمائندگی' صورت شہداء اس میں مہک رہی تھی' یہ صنعت اب بھی چل رہی ہے۔ اس کے کارکن چادر پوش' ہاتھ میں لاٹھی (عصا نہ ہو تو کلیمی ہے کار بے بنیاد) کلاشنکوف' کندھے پر دھرا راکٹ' ہانڈی میں گھول کر بنایا خانہ ساز بم لیے۔ ساری موجود دنیا غیر مسلم و مسلم کے مقابل برسرپیکار ہیں! عسکریت پسند' دہشت گرد' کفر کے خون کے ہر قطرے میں دہشت بھر دینے والے! اب امریکی فوجی خودکشی سے زیادہ مر رہے ہیں بہ نسبت جنگی معرکوں کے! حق دبے پاؤں چلتا ہے (لحہ بہ لحہ رات کو دن میں بدلنے کی طرح) کوئی ہنگامہ' شور شرابہ نہیں۔ کڑک طوفان نہیں۔ خاموشی سے دلوں میں سرایت کرتا' مٹی کے انسانوں کو عزیمت کے پہاڑوں میں بدلتا ہے۔ عرب و عجم' من و تو کا فرق مٹا کر سیسہ پلائی ہوئی وہ دیوار (بنیان مرصوص) وجود میں لاتا ہے جو ناقابل تسخیر ہوتی ہے۔ جس پر دنیا کا کوئی اسلحہ اثر نہیں کرتا! جس سے سر ٹکرا ٹکرا کر قوی ہیکل پارہ پارہ ریزہ ریزہ ہو کر دھول بن کر بکھر جاتے ہیں۔ (هَبَاءً مَّنْثُوْرًا) اگر ریاست ہائے متحدہ امریکہ کو جرمن رسالے نے 'ریاست ہائے منتشرہ' کہہ دیا..... تو 'زبان خلق کو نقارۂ خدا سمجھو! مغرب میں سورج غروب ہو رہا ہے!

کھول آنکھ زمیں دیکھ فلک دیکھ فضا دیکھ
مشرق سے ابھرتے ہوئے سورج کو ذرا دیکھ

ہمارے امریکہ پرست اس ڈوبتے ٹائی ٹینک سے کب اتریں گے......؟

ضرورت رشتہ

☆ تنظیم اسلامی کے رفیق کو اپنی بیٹی، عمر 22 سال، تعلیم ایف اے کے لیے دیندار گھرانے سے برسرِ روزگار لڑکے کا رشتہ درکار ہے۔ رفیق تنظیم اسلامی کو ترجیح دی جائے گی۔

برائے رابطہ: 0300-4539362

☆ لاہور میں مقیم 27 سالہ نیک سیرت دینی رجحان رکھنے والی ایڈووکیٹ بچی کے لیے نیک سیرت، دینی رجحان رکھنے والے ڈاکٹر، انجینئر، بزنس مین یا ایم بی اے لڑکے کا رشتہ درکار ہے۔ (خواہشمند والدین رابطہ کریں)

برائے رابطہ: 0342-4361378
0323-6265483

دعائے مغفرت کی اپیل

☆ رفیق تنظیم اسلامی لاہور وسطی جناب شیخ عبدالحفیظ کے والد محترم قضائے الٰہی سے رحلت فرما گئے

☆ حلقہ حیدر آباد کے منفرد مبتدی رفیق، محترم اقبال قائم خانی کے بھانجے زین العابدین ٹریفک حادثہ میں وفات پا گئے

قارئین ندائے خلافت اور رفقاء واحباب سے ان کے لئے دعائے مغفرت کی درخواست ہے۔

کمپوزر کی فوری ضرورت ہے

ادارہ قرآن اکیڈمی لاہور کو اپنے شعبہ مطبوعات میں کام کرنے کے لیے ایک جز وقتی کمپوزر کی فوری ضرورت ہے' جو Inpage، MS.Word اور Corel Draw میں مہارت رکھتا ہو۔ تنظیم اسلامی کے رفقاء کو ترجیح دی جائے گی۔

برائے رابطہ: حافظ خالد محمود خضر
042-35869501-3

حضرت حذیفہ ؓ ——— رازدارِ نبیؐ

فرقان دانش

حضرت حذیفہ بن یمان ؓ کا شمار فضلائے صحابہؓ میں ہوتا ہے۔قرآن وحدیث اور فقہ میں درجۂ تبحر رکھتے تھے۔آپؓ عہد نبویؐ کے حفاظ قرآن میں سے تھے۔رسول اکرم ﷺ نے انہیں منافقین کے نام تخصیص کے ساتھ بتادیے تھے، لیکن آپؓ نے کبھی کسی منافق کا نام لوگوں کونہیں بتایا۔اس اعزاز کی وجہ سے لوگ آپ کو ’’صاحب سرِّ رسول اللہ‘‘ یعنی ’’رازدارِ نبیؐ‘‘ کہا کرتے تھے۔حضرت حذیفہ ؓ کسی منافق کا نام نہیں بتاتے تھے البتہ یہ کہہ دیتے تھے کہ اب اتنے منافقین زندہ ہیں۔

حضرت حذیفہ ؓ کا تعلق بنو غطفان کے خاندان عبس سے تھا۔ان کے والد کا نام حُسَیل تھا جو یمان کے نام سے مشہور ہیں۔حُسَیل زمانۂ جاہلیت میں اپنے قبیلے کے ایک آدمی کو قتل کرکے قصاص کے خوف سے ترک وطن کر کے مدینہ میں آبسے تھے۔یہاں انہوں نے اوس کے خاندان بنوعبدالاشہل کی خاتون رُباب بنت کعب سے شادی کرلی، جن کے بطن سے حضرت حذیفہ ؓ پیدا ہوئے۔

نبی اکرم ﷺ کے مدینہ تشریف لانے سے پہلے ہی حذیفہ اور حُسیل ؓ حضور ﷺ کی دعوت سن کر مکہ پہنچے اور آپؐ کی خدمت میں حاضر ہو کر اسلام قبول کیا۔کچھ عرصہ بعد حضرت حذیفہ ؓ کی والدہ حضرت رباب ؓ اور بھائی صفوان ؓ نے بھی اسلام قبول کرلیا۔

غزوۂ بدر کے موقع پر حضرت حذیفہ ؓ اور حضرت حُسَیل ؓ مکہ میں تھے۔وہ مسلمانوں کی مدد کے لیے مدینہ کی طرف روانہ ہوئے۔راستے میں کفار نے انہیں پکڑلیا اور اس وعدہ پر چھوڑا کہ مدینہ جاکر مسلمانوں کی حمایت میں ہمارے خلاف تلوار نہ اٹھاؤ گے۔مدینہ پہنچ کر انہوں نے نبی اکرم ﷺ کو سارا ماجرا سنایا۔سرورِ عالمؐ نے فرمایا:’’تم اپنا عہد پورا کرو۔اللہ ہمارا مددگار ہے۔‘‘ چنانچہ یہ دونوں غزوہ میں شریک نہ ہوسکے۔

غزوۂ احد میں دونوں حضرات بڑے جوش و خروش سے شریک ہوئے۔جب مسلمانوں کی ایک چھوٹی سی لغزش کے باعث افراتفری پھیلی تو حُسیل ؓ جو ضعیف العمر تھے، مسلمانوں نے غلط فہمی میں انہیں کفار کا ساتھی سمجھ کر شہید کرڈالا۔باپ کی شہادت پر حضرت حذیفہ ؓ بے حد غمگین ہوئے، انہوں نے مسلمانوں کو یغفر اللہ لکم (اللہ تمہیں معاف کرے) کہہ کر معاف کر دیا۔رسول اکرم ﷺ کو اس واقعہ کی اطلاع ہوئی تو آپؐ نے حضرت حذیفہ ؓ سے اظہار ہمدردی فرمایا اور ان کے جذبۂ عفو کی تحسین فرمائی اور اپنی جیب سے حضرت حذیفہ ؓ کو دیت عطا فرمائی۔ایک روایت ہے کہ حضرت حذیفہ ؓ نے دیت کو مسلمانوں پر صدقہ کردیا۔

غزوۂ خندق میں حضرت حذیفہ ؓ کو ایک عظیم سعادت حاصل ہوئی۔کفار نے تقریباً ایک ماہ سے مدینہ کا محاصرہ کر رکھا تھا۔یہ وقت موسم سرما کا تھا۔ایک رات تیز ٹھنڈی ہوا چل رہی تھی، بجلی کی چمک اور بادل کی گرج دل دہلائے دیتی تھی۔اس رات نبی اکرم ﷺ نے مسلمانوں سے مخاطب ہوکر فرمایا:

’’کون ہے جو مشرکین کے لشکر میں جاکر ان کی خبر لائے، جو شخص یہ کام کرے گا میں اسے جنت میں اپنی معیت کی بشارت دیتا ہوں۔‘‘

صحابہ ؓ کہتے ہیں کہ ہمارے پیٹ خالی تھے اور سخت سردی کی وجہ سے کسی میں اتنی ہمت نہ تھی کہ کھڑا ہوکر خود کو پیش کرتا، چنانچہ نبی اکرم ﷺ نے حضرت حذیفہ ؓ کا نام لے کر پکارا کہ ’’حذیفہ ؓ تم جاؤ، لیکن خبردار کسی مشرک پر حملہ نہ کرنا۔‘‘ حضرت حذیفہ ؓ نہایت تیز رفتاری سے مشرکین کے لشکر کی طرف روانہ ہوئے۔ وہاں دیکھا کہ ہر شخص کو اپنی پڑی ہے۔ابوسفیان اس وقت آگ سینک رہا تھا۔حضرت حذیفہ ؓ جو ایک ماہر تیرانداز تھے، انہوں نے چاہا کہ اس کو اپنے تیر کا ہدف بنائیں، لیکن ان کو آپؐ کی ہدایت یاد آگئی تو ہاتھ روک لیا۔واپس آکر حضرت حذیفہ ؓ نے مشرکین کی بددلی کا حال سنایا کہ وہ لوگ موسم کی شدت سے تنگ آکر واپسی کا سوچ رہے ہیں، نبی اکرم ﷺ ان کی کارگزاری سے بہت خوش ہوئے۔حضرت حذیفہ ؓ سفر کی تکان اور سردی سے بے حال تھے، نبی اکرم ﷺ نے انہیں اپنے قریب لیٹنے کو جگہ دی اور وہ کمبل اوڑھ کر بے خبر سوگئے۔

حضرت حذیفہ ؓ نے خیبر، بیعت رضوان، فتح مکہ اور دوسرے غزوات میں بھی شرکت فرمائی۔وہ ہر موقع پر نبی اکرم ﷺ کے قریب رہنے کی کوشش کرتے۔حضور ﷺ وضو فرماتے تو وہ پانی دیتے، عموماً ظہر سے عشاء تک آپؐ کی صحبت میں حاضر رہتے، ایک دفعہ کچھ ایسا اتفاق ہوا کہ حضرت حذیفہ ؓ چند دن بارگاہِ رسالتؐ میں حاضر نہ ہو سکے۔آپ ؓ کی والدہ اُمّ حذیفہ ؓ کو معلوم ہوا تو ناراض ہوئیں اور حکم دیا کہ فوراً نبی اکرم ﷺ سے جاکر ملو اور آئندہ ناغہ نہ ہو۔

رسول اکرم ﷺ کے وصال کے بعد حضرت حذیفہ ؓ عراق جاکر رہنے لگے۔حضرت حذیفہ ؓ فقیر منش آدمی تھے۔موٹا جھوٹا پہنتے تھے اور نہایت سادگی سے زندگی گزارتے تھے۔حضرت ابوبکر صدیق ؓ کی رحلت کے بعد جب حضرت عمر فاروق ؓ خلیفہ بنے تو انہوں نے حضرت حذیفہ ؓ کو نواح دجلہ کا ایڈمنسٹریٹر (مہتمم بندوبست) مقرر کیا۔دجلہ کے لوگوں نے حضرت حذیفہ ؓ کے فقر واستغناء کا تمسخر اڑایا لیکن وہ ان سب باتوں سے قطع نظر اپنے فرائض تندہی سے انجام دیتے رہے۔انہوں نے اعلیٰ درجہ کی انتظامی صلاحیتوں کا مظاہرہ کیا اور زمین کی پیداوار میں اضافے کے لیے ایسے اقدامات کیے کہ حکومت کی آمدنی میں معقول اضافہ ہوگیا۔18 ہجری میں ایران کے علاقے ’’نہاوند‘‘ پر مسلمانوں نے لشکر کشی کی تیاری شروع کی۔حضرت نعمان بن مقرن ؓ اس لشکر کے امیر تھے۔حضرت عمر ؓ نے ہدایت کی کہ اگر حضرت نعمان ؓ کو دوران لڑائی حادثہ پیش آجائے تو پھر حضرت حذیفہ ؓ لشکر کے سپہ سالار ہوں گے۔30 ہزار مسلمانوں کے مقابلہ میں ایرانیوں نے ڈیڑھ دولاکھ کی فوج جمع کر رکھی

تھی۔ جنگ قادسیہ کے بعد نہاوند کا معرکہ ایران کی تمام جنگوں میں سب سے سخت تھا۔ مسلمانوں نے دو ماہ تک نہاوند کا محاصرہ کیا لیکن ایرانی مقابلے کے لیے شہر سے باہر نہ آئے، کیونکہ انہیں قادسیہ اور دوسرے معرکوں میں جو تجربہ ہوا تھا اس کے پیش نظر وہ کھلم کھلا مسلمانوں سے جنگ نہیں کرنا چاہتے تھے۔ بہر حال مسلمانوں نے انہیں جنگی چال کے ذریعے قلعہ سے باہر نکال لیا۔ خونریز جنگ لڑی گئی۔ دوران جنگ حضرت نعمان ؓ شہید ہو گئے۔ تو حذیفہ ؓ امیر لشکر بنے۔ اس جنگ میں 30 ہزار ایرانی مارے گئے۔ جبکہ اسی ہزار رات کے اندھیرے میں بھاگتے ہوئے خندق میں گر کر ہلاک ہو گئے۔ حضرت حذیفہ ؓ اپنے لشکر کے ساتھ شہر میں داخل ہوئے تو اہل شہر دہشت زدہ تھے کہ اب ان کے ساتھ کیا سلوک ہوگا؟ حضرت حذیفہ ؓ نے اعلان کرا دیا کہ ہم نہتے لوگوں پر ہاتھ نہیں اٹھاتے اور وعدہ کیا کہ ان کی جائیداد اور مذہب سے متعلق کوئی تعرض نہ کیا جائے گا۔ اہل شہر اس فیاضانہ برتاؤ سے بہت متاثر ہوئے۔ نہاوند کے بعد حضرت حذیفہ ؓ نے آذر بائیجان پر لشکر کشی کر کے اسے اسلامی سلطنت کا باجگزار بنا لیا۔ اس کے بعد انہوں نے موقان اور جیلان کو مسخر کیا۔ ان فتوحات کے بعد حضرت عمر فاروق ؓ نے انہیں مدائن کا گورنر مقرر کر دیا۔ مدائن میں آپؓ نے صرف اپنے گدھے کے چارے اور پیٹ بھر کھانے کے عوض اپنی ذمہ داری ادا کی۔ ایک معمولی چھپر میں رہتے تھے۔ سواری کے لیے گدھا استعمال کرتے تھے۔ لوگوں کو تلقین کرتے کہ فتنوں کی جگہ سے دور رہا کرو۔ لوگوں نے پوچھا کہ اس سے ان کی کیا مراد ہے؟ فرمایا: ''امیروں اور حاکموں کے دروازوں پر جانا، کیونکہ وہاں جا کر لوگ ان کی غلط باتوں کی تائید کرتے ہیں اور ان کی بے جا تعریف کرتے ہیں، یہی فتنہ ہے۔''

کچھ عرصہ بعد حضرت عمر ؓ نے انہیں دربار خلافت میں طلب کیا اور حضرت عمر ؓ خود راستے میں چھپ کر بیٹھ گئے۔ جب انہیں دیکھا کہ وہ اسی حال میں واپس آئے ہیں جس حال میں مدینہ سے گئے تھے تو فرط مسرت سے ان کو گلے لگا لیا اور فرمایا: ''حذیفہؓ تم میرے بھائی ہو اور میں تمہارا بھائی ہوں۔'' اس کے بعد انہیں اس عہدہ پر قائم رکھا۔ حضرت عمر ؓ کو حذیفہ ؓ کی شانِ فقر بہت پسند تھی۔ ایک بار حضرت عمر ؓ نے فرمایا: ''میری خواہش ہے کہ مجھے ابوعبیدہ، معاذ بن جبل اور حذیفہ ؓ بن یمان جیسے لوگ ملیں اور میں انہیں حکومت کے اہم عہدوں پر فائز کروں۔''

نبی اکرم ﷺ نے منافقین کے نام چونکہ حضرت حذیفہ ؓ کو بتا رکھے تھے، اس لیے حضرت عمر ؓ نے معیار مقرر کر لیا تھا کہ جس شخص کے جنازے میں حذیفہ ؓ شریک ہوتے تو وہ بھی شرکت کرتے لیکن اگر حذیفہ ؓ بغیر کسی عذر کے جنازے میں نہ آتے تو حضرت عمر ؓ بھی اس نماز جنازہ میں شریک نہ ہوتے۔

حضرت عمر فاروق ؓ کے بعد حضرت عثمان ؓ نے بھی حضرت حذیفہ ؓ کو مدائن کی گورنری پر برقرار رکھا۔ 30 ہجری میں جذبۂ جہاد سے مغلوب ہو کر فرائض امارت سے دستبردار ہو گئے اور خراسان، خاقان، خزر، رے اور آرمینیا کے معرکوں میں دادِ شجاعت دی۔ ان معرکوں کے علاوہ بھی کئی دوسری لڑائیوں میں سربکف ہو کر لڑے، حضرت عثمان ؓ کی خلافت کے آخری دور میں دوبارہ مدائن کی گورنری پر واپس آ گئے۔ اور 35 ہجری میں حضرت عثمان ؓ کی شہادت کے 40 دن بعد جہان فانی کو چھوڑ دیا۔ وفات سے پہلے آپؓ نے حضرت علی ؓ کے ہاتھ پر بیعت کر لی تھی۔ حضرت حذیفہ ؓ سے سو سے کچھ اوپر احادیث مروی ہیں۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہ وارضاہ!

داعی رجوع الی القرآن بانی تنظیم اسلامی
محترم ڈاکٹر اسرار احمد رحمۃ اللہ علیہ
کے شہرۂ آفاق دورۂ ترجمہ قرآن پر مشتمل
بیانُ القرآن
ترجمہ و مختصر تفسیر
حصہ اول سورۃ الفاتحہ و سورۃ البقرۃ مع تعارفِ قرآن
(چھٹا ایڈیشن) ——— صفحات: 360، قیمت 450 روپے
حصہ دوم سورۃ آلِ عمران تا سورۃ المائدۃ
(چوتھا ایڈیشن) ——— صفحات 321، قیمت 400 روپے
حصہ سوم سورۃ الانعام تا سورۃ التوبہ
(دوسرا ایڈیشن) ——— صفحات 331، قیمت 400 روپے
حصہ چہارم سورۃ یونس تا سورۃ الکہف
(پہلا ایڈیشن) ——— صفحات 394، قیمت 450 روپے
★ عمدہ طباعت ★ دیدہ زیب ٹائٹل اور مضبوط جلد ★ امپورٹڈ پیپر
ملنے کے پتے
انجمن خدام القرآن خیبر پختونخوا پشاور
A-18 ناصر مینشن، ریلوے روڈ نمبر 2، شعبہ بازار پشاور فون: 2584824,2214495(091)
مکتبہ خدام القرآن لاہور
K-36، ماڈل ٹاؤن لاہور فون 3-35869501(042)

رشتوں کی زنجیر ٹوٹنے نہ پائے!

راحیل گوہر

قدرت نے اس کائنات کے نظام کو جاری و ساری رکھنے کے لئے انسانوں کو مختلف النوع رشتوں کی زنجیر میں اس طرح جوڑ دیا ہے کہ ایک کڑی دوسری کڑی کو مضبوطی سے تھامے ہوئے ہے۔ یہی ربط و تعلق انسانی معاشرے کی اخلاقی اقدار کو ناپنے کا پیمانہ ہے اور یہ سمبندھ کئی حسین اور دل گداز رشتوں کو جنم دیتا ہے۔ مثلاً ماں باپ، بیٹا بیٹی، بھائی بہن، دادا دادی، نانا نانی، خالائیں، پھوپھیاں اور ماموں وغیرہ۔ یہ پاکیزہ اور محبت آمیز رشتے ہیں جو انسان کے لئے رحمت و رافت کا سائبان (Shelter) فراہم کرتے ہیں۔ ان کے علاوہ ایک رشتہ شوہر اور بیوی کا بھی ہے جس کے متعلق ارشادِ الٰہی ہے: ''وہ تمہارے لئے لباس ہیں اور تم ان کے لئے لباس ہو'' (البقرہ:187) اور یہی وہ بنیادی تعلق ہے جو دیگر تمام رشتوں کو وجود میں لانے کا ذریعہ ہے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے: ''لوگو! اپنے رب سے ڈرتے رہو جس نے تمہیں ایک جان سے پیدا کیا، پھر اس سے اس کا جوڑا بنایا۔ پھر ان دونوں سے دنیا میں بہت سے مرد اور عورتیں (پیدا کر کے روئے زمین پر) پھیلا دیئے اور اللہ سے ڈرو، جس کا واسطہ دے کر تم ایک دوسرے سے اپنا حق مانگتے ہو۔ اور رشتہ و قرابت کے تعلقات کو بگاڑنے سے پرہیز کرو۔ یقین جانو کہ اللہ تمہیں دیکھ رہا ہے۔''

یہ تعلق زن و شو انسانوں کے مابین جذباتی وابستگی، چاہت اور قلبی لگاؤ پیدا کرتا ہے۔ گویا یہ ایک قسم کا سماجی معاہدہ (Social Contract) ہے۔ پھر یہی تعلق زن و شو توالد و تناسل کے مراحل طے کرتا ہوا ایک خاندان کا روپ دھار لیتا ہے۔ اسلام کی نظر میں خاندان معاشرے کی اکائی ہے۔ اس کا استحکام اور بقا و سلامتی ہی ایک پُرامن، مضبوط اور صالح معاشرے کی ضامن ہے۔ خاندان کی باہمی چپقلش اور اندرونی خلفشار معاشرے کی شکست و ریخت کی راہ ہموار کر دیتے ہیں۔

دنیا کے احوال و ظروف میں رونما ہونے والے تغیر و تبدل کے اثرات لازمی طور پر زندگی پر مرتب ہوتے ہیں۔ مادہ پرستی اس دنیا کے باسیوں کا عمومی مزاج بن گیا ہے۔ مادہ پرستی کا پھیلاؤ روحِ انسانی پر اضمحلال طاری کر دیتا ہے اور اس کا نتیجہ اخلاقی بگاڑ، ذہنی کج روی اور ژولیدہ فکری کی صورت میں سامنے آ رہا ہے۔ غصہ، تشدد، چڑچڑاپن، مایوسی، ذاتی مفادات کی فکر، فرسٹریشن، جسمانی اور نفسیاتی عوارض، احساسِ برتری کا رویہ، اسی اخلاقی پس ماندگی اور بے حسی کے برگ و بار ہیں اور یہی ہمارے معاشرے کے افراد کا مجموعی طرزِ عمل ہے۔

اس پورے منظر نامے (Scenario) میں تباہی، بگاڑ اور ذہنی انتشار کا غالب عنصر ازدواجی تعلقات میں نمایاں نظر آتا ہے .... بڑے چاؤ چونچلوں سے والدین اپنے بچوں کا گھر بساتے ہیں۔ خاص طور پر بیٹیوں کے ماں باپ تو انگلیوں پر گن گن کے دن گزارتے ہیں کہ وہ مبارک گھڑی آئے جب بیٹی کے ہاتھ پیلے ہوں ---- اور پھر وقت آنے پر قدرت ان کی یہ آرزو پوری کر ہی دیتی ہے اور بیٹی پیا گھر سدھار جاتی ہے ---- مگر بسا اوقات یہ خوشیاں بھی آنکھوں میں اُمڈے ہوئے اُن آنسوؤں کی طرح ہوتی ہیں جو آتے ہی بہہ جانے کے لئے ہیں اور شاید کچھ رشتے بنتے ہی ٹوٹ جانے کے لئے ہیں ---- اور یوں بیٹی کے لئے میکے سے سسرال تک کا سفر ایک تلخ تجربہ بن جاتا ہے اور وہ ہاتھ میں طلاق نامہ لئے باپ کے گھر لوٹ آتی ہے یا واپسی کا سفر خلع کے مطالبے پر ختم ہوتا ہے۔ یہ ہمارے معاشرے میں ایک انتہائی تشویشناک صورت حال ہے۔

ایک طرف المیہ یہ ہے کہ اچھے اور مناسب حال رشتوں کا قحط پڑا ہوا ہے۔ ایک ایک گھر میں چھ چھ، سات سات لڑکیاں رشتوں کی آس لگائے بیٹھی ہیں، مگر رشتے نایاب ہیں۔ بچیوں کو دیکھ دیکھ کر ماں باپ کا کلیجہ پھٹا جاتا ہے، دن کا سکون برباد ہے تو راتوں کی نیندیں اُڑی ہوئی ہیں۔ اب ان حالات میں اگر کوئی بھولا بھٹکا رشتہ آ جائے تو بعض اوقات ایسا بے جوڑ ہوتا ہے کہ ماں باپ کا دل کٹ کر رہ جاتا ہے۔ کہیں عمر کا فرق و تفاوت ناقابلِ قبول ہوتا ہے تو کہیں لڑکے کی کردار سازی میں اخلاقی قدروں کا فقدان نظر آتا ہے۔ لیکن یہ مجبوری بھی پیشِ نظر ہوتی ہے کہ پلٹ کر پیچھے دیکھتے ہیں تو ڈھلتی عمروں کے ساتھ مزید چار پانچ بیٹیاں آنکھوں میں ان گنت سوالات لئے بیٹھی نظر آتی ہیں۔ چنانچہ جو بھی ہے، جیسا بھی ہے، اس کے ساتھ بیٹی کو رخصت کرنے میں ہی بھلائی نظر آتی ہے اور یوں والدین کی لختِ جگر ''نظریہ ضرورت'' کی بھینٹ چڑھا دی جاتی ہے۔ یوں بھی ہمارے بزرگ کہا کرتے تھے کہ مرد کی نہ عمر دیکھی جاتی ہے اور نہ صورت شکل، اس کی تو کمائی دیکھی جاتی ہے۔ ایک طرف یہ صورت حال ہے تو دوسری جانب معاشرے میں طلاق و خلع کا رجحان روز افزوں ہے۔ ان سوہانِ روح حالات و واقعات میں دل سے یہ آہ نکلتی ہے کہ ؏ ''یہ زندگی ہے خدایا، یا زندگی کا کفن!''

ازدواجی رشتے کی ڈور ٹوٹ جائے تو خاندان کا شیرازہ بکھر جاتا ہے۔ اس ٹوٹ پھوٹ میں جہاں ایک جانب طبقاتی ناہمواریاں، بے جوڑ رشتے، غیر متوازن طرزِ عمل کا اہم کردار ہے، تو دوسری طرف ایک بڑا نقص اولاد کی تربیت میں افراط و تفریط کا بھی ہے ___ ایک وقت تھا جب بیٹی شعور کی دہلیز پر پہلا قدم رکھتی تو یہ فقرے ایک تسلسل کے ساتھ اس کے کانوں پر پڑتے رہتے کہ بیٹی کی ڈولی باپ کے گھر سے اُٹھتی ہے تو جنازہ شوہر کے گھر سے نکلتا ہے۔ چنانچہ گھر سے رخصت ہوتے وقت بیٹی یہ بات ذہن میں بٹھا لیتی تھی کہ آج کے بعد اس گھر میں میری حیثیت ایک مہمان جیسی ہوگی گویا'' بیاہی لڑکی پڑوسن داخل'' کے مصداق وہ خوش کن زندگی کے خواب دیکھتی اشک بار آنکھوں کے ساتھ وداع ہو جاتی۔ سسرال میں رہتے ہوئے تمام دکھ سکھ، الفت و نفرت، دھوپ چھاؤں سب کچھ اپنا مقدر سمجھ کر زندگی بسر کر دیتی۔ گویا اپنے

ہونٹوں کو سی لیتی۔ لیکن اب معاملہ اس کے برخلاف ہے۔ آج بیٹی کو رخصت کرنے سے پہلے ہی اسے اپنی دنیا الگ بسانے کے خواب دکھائے جاتے ہیں، خواہ شوہر اس کا متحمل ہو یا نہ ہو۔ پھر سسرال کے متعلق ایسا منفی تاثر ذہن میں بٹھا دیا جاتا ہے کہ لڑکی سسرال کو اپنے مجازی خدا کا گھر نہیں عقوبت خانہ (Torture Cell) سمجھنے لگتی ہے۔ نتیجتاً تان ٹوٹتی ہے علیحدگی (Separation) کی صورت میں ـــــ مگر اس کہاوت کے مصداق کہ چھری خربوزے پر گرے یا خربوزہ چھری پر، نقصان ہر صورت خربوزے کا ہی ہوتا ہے ـــــ پچھتاوا بہر حال لڑکی کا ہی مقدر بنتا ہے ـــــ عزت و عافیت کی زندگی بسر کرنے کے لئے ایثار و قربانی، مہر و وفا بالآخر لڑکی کے ہی حصے میں ہی آتی ہے ـــــ یہی ہمارے معاشرے کی ریت ہے۔ اس حقیقت سے انکار نہیں کہ دنیا کے سارے والدین اپنی بیٹیوں کو غلط تربیت نہیں دیتے، لیکن اکثریت کا معاملہ کچھ ایسا ہی ہے۔

البتہ اس تصویر کا دوسرا رخ دیکھیں تو نظر آئے گا کہ لڑکوں کے والدین اور سرپرست بھی دودھ کے دھلے ہوئے نہیں ہیں۔ اُدھر بھی اسی طرح کی صورتحال ہے۔ اچھی تربیت کا فقدان اُدھر بھی نمایاں ہے۔ بیٹے تو یوں بھی لاڈلے ہوتے ہیں اور سب کی آنکھوں کا تارہ بنے رہتے ہیں۔ ”انوکھا لاڈلا کھیلن کو مانگے چاند“ کے مصداق ان کی ہر خواہش کو پورا کرنا والدین اپنی پدری اور مادری شفقت کا اہم تقاضا سمجھتے ہیں۔ اور یہی ضرورت سے زیادہ لاڈ پیار اکثر لڑکوں کو دوہری شخصیت میں ڈھال دیتا ہے کیونکہ فکر و عمل میں توازن نہ رہے تو زندگی اپنی صحیح سمت کھو دیتی ہے۔ چنانچہ ان میں بعض تو ایسے ہیں جو بیوی کو پیر کی جوتی یا ایک باندی سے زیادہ وقعت نہیں دیتے، جبکہ بعض کا معاملہ یہ ہے کہ بیویوں کے سر کا تاج بننے کے بجائے، بیویوں کو ہی اپنے سر کا تاج بنا کر رکھتے ہیں اور بڑے فخر سے کہتے ہیں کہ ؎ ”وجودِ زن سے تصویرِ کائنات میں رنگ“۔ دیگر تمام رشتوں میں انہیں رنگ پھیکے اور بے رونق نظر آتے ہیں۔ کسی گھر میں بیوی کی علمی اور فکری بلند پروازی شوہر کو ہضم نہیں ہوتی تو کہیں بیوی کی ناخواندگی طعنہ بن جاتی ہے۔ کہیں غربت و امارت ازدواجی تعلقات میں دراڑیں ڈال دیتی ہے ـــــ یہ سارا فساد انسان کی غیر متوازن سوچ اور اس کی ادھوری شخصیت کا شاخسانہ ہے۔

اچھی اور صحت مند تربیت کے لئے یہ واضح رہنا چاہیے کہ یہ تربیت کسی خاص ماحول اور خاص وقت پر کر کے بیٹھ جانے کا نام نہیں بلکہ یہ ایک جہد مسلسل ہے، جس کی تکرار ضروری ہے ـــــ ہمیں اپنے بچوں (بیٹی یا بیٹا) کو یہ سمجھاتے رہنا چاہیے کہ باہمی تعلقات میں ایثار و قربانی، تحمل مزاجی اور اپنی ذات پر دوسروں کو ترجیح دینا ہی انسانیت کی معراج ہے۔ پھر ایک چیز ہوتی خوفِ خدا اور اپنے خالق و مالک کے سامنے جواب دہی کا تصور، جس کی کمی اور جس کی طرف سے غفلت دنیا میں ناانصافیوں، بے رحمی، حق تلفیوں، ظلم و استبداد اور اسی قسم کی دیگر انسانیت سوز خرابیوں اور اخلاقی اور سماجی برائیوں کی جڑ اور بنیاد ہے۔ شوہر اور بیوی کا رشتہ باہمی سکون و راحت کا ذریعہ ہے۔ شادی کا مطلب ہے دو انسانوں کا ایک ہو جانا اور ایک دوسرے کو ان کا تمام اچھائیوں اور برائیوں سمیت قبول کر لینا۔ اس رشتے میں ہر فریق کو دوسرے کے لئے بہت سی باتوں کو قبول کرنا پڑتا ہے تو کئی باتوں کو چھوڑنا پڑتا ہے۔ ذہنی ہم آہنگی سے ہی رشتے مضبوط ہوتے ہیں ورنہ شادی میں رکھا ہی کیا ہے۔ ایک نازک سی ڈور ہی تو ہے، ذرا زور سے کھینچو تو ٹوٹ جائے گی۔ اس رشتے کو مضبوط کرنے اور پائیدار بنانے کے لئے اپنے رویوں میں لچک پیدا کرنا پڑتی ہے۔ اپنی مرضی کی کھینچا تانی سے تو نتیجہ علیحدگی کی صورت میں ہی برآمد ہوگا۔ چنانچہ ہوش مندی کا تقاضا یہ ہے کہ جذباتی فیصلوں، انا پرستی اور غیر انسانی طرزِ عمل سے اپنے جنت نظیر آشیانوں کو اجڑے دیار نہ بنایا جائے۔

رشتوں کی پائیداری کے لئے محبت اور دل کی پاکیزگی درکار ہوتی ہے۔ اس میں جذبۂ صداقت کی چاشنی ہونا ناگزیر ہے۔ بے لوث محبت ایک دوسرے کی نفسیات کو سمجھنے کا سلیقہ سکھاتی ہے، جینے کا ڈھنگ بتاتی ہے اور یوں زندگی نشاط افزا ہو جاتی ہے۔

❁❁❁

سیرت النبی ﷺ DVD

ویڈیوز
- عظمت مصطفیٰ ﷺ
- ختم نبوت و تکمیل رسالت
- رسولِ انقلاب کا طریقِ انقلاب
- سیرت النبیؐ
- منہج انقلاب نبویؐ مکمل
- سیرت خیر الانام مکمل
- غار حرا سے فتح مکہ تک (شجاع الدین شیخ)

آڈیوز
- منہج انقلاب نبویؐ 11 لیکچرز (باغ جناح)
- سیرت خیر الانام 5 خطابات
- اسلام کی نشاۃِ ثانیہ کرنے کا اصل کام
- تلاوت منتخب نصاب قاری عبدالباسط

E-Books
- الرحیق المختوم
- محسن انسانیت ﷺ، نعیم صدیقی
- معراج النبیؐ
- نبی اکرمؐ کا مقصد بعثت
- رسول کامل ﷺ
- نبی اکرمؐ سے ہمارے تعلق کی بنیادیں
- اسوۂ رسول ﷺ

الھدیٰ DVD
- منتخب نصاب ویڈیو 115 لیکچر والا
- تلاوت منتخب نصاب، قاری عبدالباسط
- آڈیو منتخب نصاب موبائل فارمیٹ (115 لیکچر والا)

ڈاکٹر محمد ابراہیم: 0333-4373465

مرکزی مشیر تحقیق وتجزیہ اور نائب ناظم اعلیٰ زون جنوبی کا دورہ حلقہ حیدرآباد

مرکزی خصوصی مشیر برائے تحقیق و تجزیہ محترم نسیم الدین اور نائب ناظم اعلیٰ تنظیم اسلامی زون جنوبی پاکستان محترم اظہر ریاض نے 19 اکتوبر 2012ء، بروز جمعۃ المبارک، کو حلقہ حیدرآباد کا دورہ کیا۔ امیر حلقہ کراچی شمالی محترم شجاع الدین شیخ بھی اُن کے ہمراہ تھے۔ مرکزی ذمہ داران کراچی سے بذریعہ روڈ، مغرب کے وقت، مرکز حلقہ حیدرآباد، مسجد جامع القرآن، گلشن سحر، قاسم آباد پہنچے۔ یہ محترم اظہر ریاض صاحب کا بطور نائب ناظم اعلیٰ، حلقہ حیدرآباد کا پہلا دورہ تھا، لہٰذا اس موقع پر مرکز حلقہ کے لیکچر ہال میں حلقہ کے امراء، نقباء اور معاونین کے ساتھ نائب ناظم اعلیٰ کی ایک خصوصی تعارفی نشست ہوئی۔ جس میں شرکاء نے فرداً فرداً اپنا تعارف کرایا۔ اس دوران میں مختلف تنظیمی /دعوتی سرگرمیوں سے متعلق معاملات بھی زیرغور آئے۔ بعد نماز عشاء مسجد جامع القرآن کے مرکزی ہال میں رفقاء و احباب کا ایک جلسہ منعقد ہوا، جس میں محترم شجاع الدین شیخ نے "توہین الٰہی اور توہین رسالت" کے موضوع پر خطاب کیا۔ عشائیہ کے بعد یہ پروگرام اختتام پذیر ہوا۔ (مرتب: شفیع محمد لاکھو)

حلقہ کراچی شمالی کے زیر اہتمام اجتماع ملتزم و مبتدی رفقاء

حلقہ کراچی شمالی کے زیر اہتمام 8 نومبر 2012 کو ملتزم رفقاء کا تربیتی اجتماع بصورت شب بیداری منعقد کیا گیا جس میں 9 نومبر کی صبح ساڑھے نو بجے مبتدی رفقاء بھی شریک ہوئے۔ پروگرام کا آغاز رات 10 بجے تلاوت کلام پاک سے ہوا۔ ناظم آباد تنظیم کے ناظم تربیت جناب فاروق احمد نے تلاوت کی سعادت حاصل کی۔ اس کے بعد ناظم تربیت حلقہ کراچی شمالی اویس پاشا قرنی نے پروگرام کی ترتیب سے آگاہ کیا، جس کے بعد امیر حلقہ شجاع الدین شیخ نے "تنظیم ہماری ضرورت ہے نہ کہ ہم تنظیم کی" کے موضوع پر خطاب کیا اور فرائض دینی کی یاددہانی کرانے کے بعد سورہ آل عمران آیت 110 کی روشنی میں امت کی اجتماعی ذمہ داریوں کا احساس اجاگر کیا۔ پھر سورہ فاطر آیت 6 کی روشنی میں واضح کیا کہ بگڑے ہوئے معاشرہ میں خود کو محفوظ رکھنے اور شیطان کے حملوں سے بچاؤ کے لئے اجتماعیت ہماری ضرورت ہے نہ کہ ہم اجتماعیت کی۔ اس کے بعد مقامی امیر نیو کراچی تنظیم نوید مزمل نے تہجد کی اہمیت آداب اور سونے وجاگنے کے آداب پر احادیث کی روشنی میں سیر حاصل گفتگو کی۔ اس کے بعد آرام کا وقفہ دیا گیا۔

رفقاء تہجد کے وقت بیدار ہوئے اور انفرادی نوافل کے بعد نائب ناظم اعلیٰ زون جنوبی پاکستان جناب سید اظہر ریاض نے ''دین میں معاملات کی اہمیت'' پر گفتگو کی۔ انہوں نے کئی آیات قرآنی کی روشنی میں تقویٰ، سچائی، ایفائے عہد، وعدہ کی پابندی، امانت اور عبادات پر تفصیلی گفتگو فرمائی۔ اس کے علاوہ احادیث کی روشنی میں معاشرتی برائیوں سے بچنے کی اہمیت اور ضرورت کو بیان فرمایا۔ مزید برآں مالی معاملات میں بھی دینی تعلیمات اور رفقاء تنظیم سے ان پر عمل کرنے کی اہمیت پر روشنی ڈالی۔ اس کے بعد نماز فجر اور آرام وناشتہ کا وقفہ دیا گیا۔ نماز فجر کی امامت نیو کراچی تنظیم کے ناظم دعوت حافظ اسامہ علی نے فرمائی اور جمعہ کی مناسبت سے سورۃ السجدہ اور سورۃ الدھر کی تلاوت فرمائی۔

ناشتہ کے بعد ناظم تربیت اویس پاشانے ''رفقاء اور وضع قطع'' کے موضوع پر خطاب کیا اور اس بارے میں آیات اور احادیث کے حوالے پیش کئے۔ انہوں نے واضح کیا کہ لباس میں سادگی اختیار کرنا خود ایمان کی علامت ہے۔ ریشم و سونا مردوں پر حرام ہے۔ مردوں کا عورتوں کی مشابہت اختیار کرنے والوں پر اللہ کے رسول نے لعنت فرمائی ہے۔ مزید براں انہوں نے واضح کیا کہ داعیان دین کو کن کن احتیاطوں کو ملحوظ رکھنا چاہیے۔ اس کے بعد ناظم دعوت حلقہ کراچی شمالی عامر خان نے رفقاء کو" گشت اور مظاہرے کے آداب" سے آگاہ کیا۔ اس ضمن میں انہوں نے گشت اور مظاہرہ کی اہمیت پر بھی روشنی ڈالی اور آداب کے ساتھ عموماً ہونے والی غلطیوں اور بے احتیاطیوں کو واضح کیا۔ اس کے بعد ناظمین شعبہ جات کی الگ الگ نشستوں کا اہتمام ہوا جن میں تمام تنظیم کے معتمد حضرات، ناظمین دعوت، ناظمین تربیت اور ناظمین مالیات نے حلقہ کے متعلقہ ناظمین سے ملاقات کی ان کے متعلقہ شعبوں کے حوالے سے رہنمائی فراہم کی گئی اور پیش آنے والی دشواریوں پر گفتگو کی گئی۔

صبح ساڑھے نو بجے مبتدی رفقاء بھی پروگرام میں شامل ہوگئے۔ امیر حلقہ شجاع الدین شیخ نے سالانہ اجتماع کے حوالے سے رفقاء میں تحریک پیدا کی اور سالانہ اجتماع کے مقاصد اور فوائد کو بیان کیا۔ اس کے بعد دو سینئر رفقاء محمد سمیع اور واحد علی رضوی نے گزشتہ سالانہ اجتماعات کے حوالے سے اپنے تاثرات بیان کیے۔ بعدازاں رفقاء تنظیم سے امیر محترم نے مکہ مکرمہ سے بذریعہ فون خطاب کیا۔ انہوں نے فرمایا کہ رفقاء تنظیم سے گفتگو کرکے مجھے خوشی محسوس ہو رہی ہے۔ انہوں نے فرمایا کہ اس وقت ضرورت اس بات کی ہے کہ ہم فرائض دینی پر توجہ دیں۔ انہوں نے اجتماعیت کی اہمیت پر زور دیتے ہوئے رفقاء کو دین کی بنیادی فکر، فکر تنظیم اور تمام ملک کے رفقاء سے ملاقات کی خاطر اپنے گھر سے نکلنے کی ضرورت پر زور دیا۔ انہوں نے گزشتہ سالانہ اجتماع میں رفقاء سے کیا جانے والا مطالبہ دہرایا کہ ہر رفیق ایک حبیب کو ساتھ لے کر آئے۔ گفتگو کا اختتام امیر محترم نے اس بات پر کیا کہ اب آپ سے بہاولپور میں ملاقات ہوگی۔ اس کے بعد امیر محترم نے دعا کرائی جس پر یہ اجتماع اختتام پذیر ہوا۔ اس پروگرام میں تقریباً 150 ملتزم اور 135 مبتدی رفقاء نے شرکت کی۔ (مرتب: عطاء الرحمٰن عارف)

ناظم تنظیم اسلامی حلقہ خیبر پختونخوا (جنوبی) کا دورہ لکی مروت، ڈیرہ اسماعیل خان، سرائے نورنگ اور کوہاٹ

تنظیم اسلامی حلقہ پختونخوا (جنوبی) کے اضلاع لکی مروت، کوہاٹ، سرائے نورنگ اور ڈیرہ اسماعیل خان میں دعوتی اور تنظیمی سرگرمیوں کے سلسلے میں ناظم حلقہ جناب خورشید انجم، ناظم دعوت مقامی تنظیم پشاور جناب وارث خان اور امیر مقامی تنظیم نوشہرہ نے ان مقامات کا تین روزہ دورہ کیا۔ 9 نومبر 2012ء بعد از نماز جمعہ پشاور سے ضلع لکی مروت کے لیے روانہ ہوئے۔ عشاء کے وقت لکی مروت پہنچے جہاں حبیب تنظیم جناب مطیع اللہ سے دعوتی حوالے سے ملاقات ہوئی۔ موصوف ناظم حلقہ کے ساتھ کام کرتے رہے ہیں۔ لکی مروت میں رات گزارنے کے بعد اگلے دن 10 نومبر بروز ہفتہ صوبہ خیبر پختونخوا کے سب سے آخری جنوبی ضلع ڈیرہ اسماعیل خان کے لئے روانہ ہوئے۔ اللہ کے فضل سے ڈیرہ اسماعیل خان میں دعوتی اور تنظیمی کام کا آغاز ہو چکا ہے۔ امریکہ میں مقیم رفیق تنظیم جناب غلام سبحانی بلوچ نے یہاں تنظیم کے مرکز کے لئے ایک خوبصورت مسجد بنائی ہے۔ تقریباً دس بجے تنظیم کے مرکز (مسجد) پہنچے، جہاں ناظم مسجد ڈی آئی خان جناب محمد عمران اشرف ہمارے منتظر تھے۔ مشورہ سے طے ہوا کہ نماز عصر کے بعد ڈیرہ اسماعیل خان شہر میں تنظیم کے رفقاء اور احباب سے اسی مسجد (مرکز تنظیم) میں ایک اجتماعی نشست رکھی جائے اور اجتماع سے قبل ان سب سے ملاقاتیں بھی کی جائیں۔ تقریباً چار رفقاء اور ایک حبیب سے ملاقات ممکن ہو سکی۔ جبکہ University Wensam College کے اساتذہ سے ملاقات پہلے سے طے شدہ نہ ہونے کی وجہ سے ملتوی کر دی گئی۔

بعد از نماز عصر تنظیمی اجتماع ہوا جس سے ناظم حلقہ جناب خورشید انجم نے خطاب کیا اور رفقاء سے تعارف حاصل کیا، انہوں نے اسرہ کے قیام کے اغراض و مقاصد رفقاء کے سامنے پیش کئے، اور انہیں تنظیمی ڈھانچہ اور دعوت کے طریقہ کار سے آگاہ کیا۔ مقامی ساتھیوں میں سے ایک ملتزم رفیق، 2 مبتدی رفقاء اور 2 احباب نے شرکت کی۔ ساتھیوں کے مشورے سے منفرد اسرہ ڈی آئی خان کا قیام عمل میں لایا گیا اور ملتزم رفیق جناب عمران اشرف کو نقیب اسرہ بنایا گیا۔ بعد ازاں مشاورتی سیشن میں اس بات پر مشورہ ہوا کہ ڈی آئی خان میں تنظیم کو کس

طرح متعارف کرایا جائے اور دعوتی کام کے ضمن میں کیا پیش رفت ہونی چاہیے۔ مشورے کے بعد یہ طے پایا کہ ڈی آئی خان میں تنظیم کا ایک دفتر، مرکز ہونا چاہیے اور اسی مسجد کو مرکز بنایا جائے اور مسجد کے ساتھ ملحقہ کمرے کو بطور لائبریری اور سیل پوائنٹ استعمال کیا جائے اور اس کی خاطر خواہ پبلسٹی کی جائے تا کہ جو لوگ تنظیم یا بانی تنظیم ڈاکٹر اسرار احمد مرحوم سے متعارف ہیں وہ رابطہ کر سکیں۔ بعد از نماز مغرب بزرگ رفیق تنظیم صادق بھٹی سے ملاقات کے لئے ان کے گھر گئے، وہ علیل تھے اور ڈاکٹر کے پاس گئے ہوئے تھے اس لئے ملاقات نہ ہو سکی۔

جناب احد نواز حبیب تنظیم نے نمازِ عشاء کے بعد اپنے ذاتی ہوٹل میں پشاور سے آئے ہوئے تینوں مہمانوں اور مقامی ساتھیوں کو پر تکلف عشائیے پر مدعو کیا۔ اس موقع پر محمد عمر (حبیب تنظیم) نے ناظم حلقہ سے اپنے ماموں عبدالقادر جو جماعۃ الدعوۃ سے وابستہ ہیں اور والد محترم ڈاکٹر فضل الٰہی جو Gomal University شعبہ عربی کے ریٹائرڈ پروفیسر اور عربی زبان میں پی ایچ ڈی ہیں، سے خصوصی ملاقات کا اہتمام کروایا۔ تنظیم اسلامی کی مسجد میں عربی گرائمر کورس پڑھانے کے حوالے سے جناب وارث خان کی درخواست پر انہوں نے مکمل تعاون کا یقین دلایا۔ اگلے دن مورخہ 11 نومبر بروز اتوار صبح دوبارہ ضلع لکی مروت کے علاقے سرائے نورنگ کے لئے سفر کا آغاز ہوا اور تقریباً 10 بجے وہاں پہنچے، جہاں اسلامی جمعیت طلبہ کے رکن جناب ضیاء اللہ خان ضیا کے ساتھ ملاقات ہوئی۔ جناب خورشید انجم اور جناب وارث خان نے تنظیم اسلامی کے اغراض و مقاصد کے حوالے سے مفصل گفتگو کی اور ان کی لائبریری بیت العلم کے لئے تنظیم اسلامی کا لٹریچر بھی مہیا کیا گیا۔ انہوں نے لائبریری کے لئے اعزازی طور پر میثاق اور ندائے خلافت کے اجراء کی درخواست کی۔

اس کے بعد کوہاٹ شہر جانے کے لئے سفر کا آغاز کیا۔ الحمد للہ کوہاٹ میں بھی تنظیم اسلامی کا نیا دفتر بن چکا ہے۔ تقریباً ایک بجے تنظیم اسلامی کے دفتر واقع قاضی میڈیکل سنٹر، چشمہ جات روڈ کوہاٹ شہر پہنچے۔ رفیق تنظیم ڈاکٹر قاضی طاہر الدین (یورالوجسٹ) اس میڈیکل سنٹر کے مالک ہیں اور انہوں نے ایک عدد کمرہ دفتر، مرکز تنظیم اسلامی کوہاٹ کے لئے وقف کیا ہے۔ ملتزم رفیق جناب سجاد یوسف نے دوپہر کے کھانے کا اہتمام کیا تھا۔ کھانے کے بعد انہوں نے کوہاٹ کے قریب کوہاٹ راولپنڈی روڈ پر واقع قصبہ بلی ٹنگ میں جناب امجد ایاز کی رہائش گاہ پر ان کے دوستوں اور رشتہ داروں سے ملاقات کی۔ جناب امجد ایاز زرعی یونیورسٹی پشاور سے فارغ التحصیل ہیں۔ دورانِ تعلیم اسلامی جمعیت طلبہ سے بحیثیت رکن وابستہ رہ چکے ہیں۔ جناب خورشید انجم اور جناب وارث خان نے تنظیم اسلامی کے اغراض و مقاصد بیان کیے۔ شرکاء نے کافی دلچسپی سے گفتگو کو سنا اور اس حوالے سے مختلف سوالات کیے اور ہفتہ وار درس قرآن شروع کرنے کی خواہش کا اظہار کیا۔ یہاں تقریباً ڈیڑھ گھنٹہ گزارنے کے بعد نماز عصر پڑھ کر واپس پشاور کے لئے واپسی کا سفر شروع کیا۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ ہماری کوششوں کو شرفِ قبولیت سے نوازے۔ آمین یا رب العالمین! (مرتب: امیر تنظیم اسلامی نوشہرہ)

تنظیم اسلامی حلقہ خیبر پختونخوا جنوبی کے زیر اہتمام دعوتی اجتماع

اجتماعات اور خصوصاً سالانہ اجتماع کسی بھی اسلامی تحریک میں جز و لاینفک کی حیثیت رکھتے ہیں۔ رفقاء کے تزکیہ و تربیت، عزم و استقلال، نظم و ضبط، انفاق جان و مال، اخوت و مودت، منصوبہ بندی و عمل درآمد، الغرض کرنے کے ان تمام کاموں کا براہ راست انحصار انہی اجتماعات پر ہیں جن کے انعقاد کو اللہ تعالیٰ اپنے مقرب فرشتوں کے سامنے باعث افتخار کے طور پر پیش کرتا ہے۔

تنظیم اسلامی کے سالانہ اجتماع کی تمہید اور تیاری کے سلسلے میں حلقہ خیبر پختونخوا جنوبی کا خصوصی اجتماع مورخہ 18 نومبر 2012ء بروز اتوار جامع مسجد ابوبکر الصدیق، سعد اللہ جان کالونی، پرانا حاجی کیمپ، جی ٹی روڈ پشاور میں منعقد ہوا۔ اجتماع کا آغاز صبح 8 بجے ناظم حلقہ جناب خورشید انجم کے افتتاحی کلمات سے ہوا۔ انہوں نے سالانہ اجتماع کے اغراض و مقاصد اور اہمیت و ضرورت کو دلنشین پیرائے میں تفصیل کے ساتھ بیان کیا۔ اس کے بعد نوشہرہ تنظیم کے ناظم دعوت جناب قاضی فضل حکیم نے (انفروا خفافا و ثقالا) کے عنوان پر حسب معمول انتہائی پُر جوش اور مدلل خطاب کیا۔ انہوں نے سورۂ توبہ کی آیات 38 تا 42 کی روشنی میں تمام رفقاء اور احباب پر واضح کیا کہ دین کا حقیقی کام کرنے والوں کو ہمیشہ سے ناسمجھ اور بیوقوف سمجھا گیا ہے اور ان کا مذاق اُڑایا گیا ہے۔ پیغمبروں اور اُن کے رفقاء کار کے باب میں بھی یہی سُنت کارفرما رہی ہے۔ دنیاوی مسائل کبھی بھی انسان کا پیچھا نہیں چھوڑتے کہ وہ فارغ البال ہو کر اللہ اور رسولؐ کی پکار پر لبیک کہے۔ لہٰذا ہمیں معذرت خواہانہ روش ترک کر کے نہایت تندہی کے ساتھ تنظیم اسلامی کے جملہ اجتماعات اور خصوصاً اس سالانہ اجتماع میں اپنی اور اپنے احباب کی شرکت کو یقینی بنانے کے لئے ہر ممکن کوشش کرنا ہوگی۔

ان کے بعد مردان کے سینئر اور معروف رفیق ڈاکٹر حافظ محمد مقصود نے سورۃ الحدید آیت نمبر 14 کی روشنی میں مذبذب اور منتظر قسم کے کلمہ گو اور ان کی باطنی بیماریوں کا تفصیلی جائزہ پیش کیا کہ محض مسلمانوں کے ساتھ بود و باش اور رہن سہن ہمیں نجات نہیں دلا سکتا بلکہ اس کے لئے حقیقی ایمان سے مسلح ہو کر اس کے تقاضوں کے لئے ایک نئی تاریخ رقم کرنا ہوگی۔ اُردو، فارسی اور پشتو کے برجستہ اور برمحل اشعار اور مثالوں نے رفقاء و احباب کے دل و دماغ پر نہایت خوش گوار اثرات و گہرے نقوش مرتب کیے۔ اس کے بعد چائے کا وقفہ ہوا۔ وقفے کے بعد نوشہرہ تنظیم کے ایک اور رفیق اور تحریک شہیدین کے حوالے سے وابستہ علاقے شیدو کے رہنے والے ای این ٹی سپیشلسٹ ڈاکٹر وقار الدین نے انفاق فی سبیل اللہ پر ایک خوبصورت لیکچر دیا۔ انہوں نے اس موضوع پر ایک نئے انداز سے اور مختلف زاویوں سے روشنی ڈالی۔ انہوں نے رفقاء و احباب کو نہایت واشگاف انداز میں از بر کرایا کہ اسباب کی اس دنیا میں انفاق جان و مال کے بغیر تو دُنیا کا کوئی ادنیٰ اور معمولی کام بھی سرانجام نہیں پاتا تو دعوت و اقامت دین جیسے اعلیٰ و ارفع اور حق کام کے لئے تو کہیں بڑھ کر انفاق جان و مال کی ضرورت ہے۔ اُن کے بعد حال ہی میں حلقہ خیبر پختونخوا میں منتقل ہونے والے رفیق اور فاسٹ یونیورسٹی پشاور کے شعبہ کمپیوٹر سائنس کے ایسوسی ایٹ پروفیسر ڈاکٹر محمد شاہین خان تنولی نے فوز و فلاح اور نجات اُخروی کے عنوان پر سورۃ العصر کی روشنی میں ایک پُر اثر اور مربوط خطاب کیا۔ اس کے بعد مشاورتی سیشن ہوا۔ ناظم حلقہ نے رفقاء کو سالانہ اجتماع کے لئے لکھا گیا خط پڑھ کر سنایا اور مختلف امور پر مشورہ کیا گیا۔ اس کے بعد نماز ظہر اور دوپہر کے کھانے کا وقفہ کیا گیا۔ وقفے کے بعد دن 2 بجے بانی محترم ڈاکٹر اسرار احمدؒ کا ویڈیو خطاب ''ابلیس کی مجلس شوریٰ'' پروجیکٹر کے ذریعے دکھایا گیا جس پر تبصرہ کرنا تو سورج کو چراغ دکھانے کے مترادف ہے۔

اختتامی خطاب نائب ناظم اعلیٰ قابل صد احترام میجر فتح محمد کے اختتامی کلمات تھے جنہوں نے اپنے مخصوص اور گہرے انداز میں تنظیم اسلامی کا ماضی حال و مستقبل شرکاء کے سامنے پیش کیا۔ اس کے بعد ناظم حلقہ جناب خورشید انجم نے سالانہ اجتماع کے حوالے سے اس خصوصی اجتماع کے اختتام کا اعلان کیا۔

اس خصوصی اجتماع میں رفقاء کی بروقت اور بھرپور شرکت، جوش و جذبہ اور آخری لفظ تک شمولیت نے ایک بہت ہی خوش گوار ماحول پیدا کر دیا تو دوسری جانب تمام مقررین نے بھرپور تیاری کے ساتھ اپنے اپنے موضوع کا حق ادا کیا۔

اللہ کے حضور امید و دعا ہے کہ اس ساری سعی و جہد کو اپنی بارگاہ میں استحقاق قبولیت بخشے اور ہم سب کے لئے توشۂ آخرت بنائے۔ آمین یا رب العالمین (رپورٹ: جان نثار اختر)

☆☆☆

”اپنے احساسات کا پیغام پیاروں کے نام“

اُمّ الیاس کی خصوصی تحریر

زندگی کا حسن اللہ سے محبت اور تقویٰ ہے۔ یہی زندگی کی کامیابی کا ذریعہ ہے۔ دل کی زندگی اعمال صالحہ پر منحصر ہے۔ یہ دنیا آزمائش گاہ ہے۔ خود کو ہر حال میں اللہ کا بندہ بنائے رکھنے کی کوشش ضروری ہے۔ اگر ہم اپنی روز مرہ کی زندگی کا جائزہ لیں تو اپنے مستقبل کی تصویر اپنی ماہانہ احتسابی رپورٹ کی صورت میں صاف نظر آتی ہے۔ یہ اور بات ہے کہ ہم کبوتر کی طرح اپنی آنکھیں بند کر کے اپنے دھڑکتے دل کو سکون دیتے رہیں۔

اللہ جی! ہمیں آنکھیں کھول کر ہوش و حواس اور سچائی کے ساتھ اپنا دنیاوی اعمال نامہ (احتسابی ماہانہ رپورٹ) پُر کرنے کی توفیق عطا فرما اور ہمیں اُخروی کامیابی سے نواز دے۔ آمین

چند سال کے دوران رفیقات تنظیم کی رپورٹس پڑھ کر اندازہ ہوا کہ تعمیر کردار کے ضمن میں خاصی بہتری آ رہی ہے۔ تاہم یہ بات بھی دیکھنے میں آتی ہے کہ رپورٹیں پُر کرنے میں بے پروائی کا مظاہرہ کیا جاتا ہے۔ ماہانہ رپورٹ تو خود احتسابی ہے، پھر خود احتسابی سے کیا ڈرنا۔ یہ تو ہمیں وقت کا صحیح استعمال سکھاتی ہے۔ بلکہ یہی تو ہمارے جینے کا سلیقہ ہے۔ سیکھنا اور یاد رکھنا تو زندگی کے ساتھ ساتھ چلتا رہتا ہے۔ ماہانہ رپورٹ تو ہمیں اپنے علم و عمل میں بہتری لانے کے لئے ہماری کوتاہیوں، کمزوریوں اور غلطیوں کی نشاندہی کرتی ہے، تا کہ ہم اپنی اصلاح کر کے اپنی آنے والی زندگی کو سنوار سکیں۔ حدیث رسولؐ میں ہے کہ وہ شخص تباہ ہو گیا جس کا آج اُس کے گزرے کل سے بہتر نہ ہو۔ لہٰذا ہمیں ہر دن کو گزرے دن سے بہتر بنانا چاہیے۔ آیئے، ہم یہ دعا کریں کہ اے اللہ! ہمیں حلال روزی اور بہتر خوشیاں عطا کر، ہم سے راضی ہو جا، ہمیں اپنی رضا کے راستے پر چلنے والا بنا دے۔ (آمین)۔ ہماری ماہانہ احتسابی رپورٹ اس دعا کی عملی شکل و کاوش ہے۔ ہمارا ایک ایک دن بہت قیمتی ہے۔ جان لیں اور مان لیں کہ یہی وہ دن ہے جس کو اللہ نے ہمارے لیے بنایا ہے۔ آج کے دن پر غور کریں، اس کی اہمیت کو سمجھیں۔ یہی زندگی ہے اس کا سفر بہت مختصر ہے۔ ہماری زندگی کی تمام تلخ اور ناخوشگوار حقیقتیں اسی میں چھپی ہیں، ترقی کی بلندیاں، عمل کی برائیاں، حسن کی بخششیں۔ اگرچہ ماضی ......!! ......!! ایک دھندلے خواب کے سوا کچھ نہیں، اور مستقبل ......! بہت مدھم ہے، لیکن ......! ......!! ہمارا آج ......! ......!! خوشی و مسرت کا ایک نیا روپ ہے۔ گزرے ہوئے کل کا ایک خوش کن احساس، جو آنے والے کل کے لیے راستے روشن کرتا ہے۔ اسی لیے ہم اپنے ”آج“ کو سوچ سمجھ کر گزاریں۔ آج کو کل (ماضی) بنتے اور کل (مستقبل) کو آج بنتے دیر نہیں لگتی۔

آیئے، ہم سب اللہ تعالیٰ سے دعا مانگیں، کیونکہ دعا سے انسان میں عمل کا جذبہ پیدا ہوتا ہے، اُسے حالات کا مقابلہ کرنے کا حوصلہ ملتا ہے۔ خلوص دل سے اللہ کے آگے سر جھکائیں، خود میں نئی تازگی و ہمت پائیں گے۔ ایمان کو اور بڑھائیں اور اللہ کو راضی کرنے کی کوشش شروع کر دیں۔

یہ بھی یاد رہے کہ جوہڑ جب لبالب بھر جاتا ہے تو اس میں پانی آنا بند ہو جاتا ہے اور کچھ عرصے بعد اس میں سڑاند اور بدبو ہو جاتی ہے۔ میٹھا اور صحت بخش پانی وہی ہوتا ہے جو جاری ہو۔ چنانچہ اپنی رزق کی گزرگاہ کو کھلا رکھیں، تا کہ آپ کا رزق آپ کے لیے میٹھا اور صحت بخش رہے۔ ”انفاق“ ہماری اپنی ضرورت ہے۔ اس کو اپنی زندگی کا رویہ بنا لیں مگر اس پر اجر کی توقع لوگوں سے نہ رکھیں بلکہ اُسی اللہ سے اجر کے طالب ہوں جس نے آپ کو انفاق کی توفیق دی ہے۔ اپنے انفاق کا اجر اللہ سے لینے کے لیے یہ بھی ضروری ہے کہ بندے کا مثبت یا منفی کوئی بھی رویہ ہمارے عمل پر اثر انداز نہ ہو۔ اگر ہمارا عمل متاثر ہوتا ہے تو یہ ثبوت ہے کہ بندوں سے اجر کی توقع دل کے کسی نہاں خانے میں چھپی تھی۔

زبان سے کلمۂ خیر کہنا، دوسروں کی خطاؤں سے درگزر کرنا اُس انفاق سے کہیں بہتر ہے جو دوسروں کی عزتِ نفس مجروح کرے۔ یہ تو آپ جانتے ہیں کہ ”انفاق“ سے رزق کم نہیں ہوتا۔ ہمارا ایک ایک منٹ ایک ایک سیکنڈ، ایک ایک لمحہ ہیرے موتی جواہرات سے زیادہ قیمتی ہے۔ زندگی نام ہے جہدِ مسلسل کا جو وقت یادِ الٰہی میں گزر گیا وہی زندگی ہے، ورنہ تو شرمندگی ہے۔ جو کرنا ہے ابھی کر لیں کہ ابھی تو ان کی آہٹ پر ہم آنکھیں کھول دیتے ہیں۔ وہ کیسا وقت ہوگا جب ہم باوجود چاہنے کے کچھ نہ کر سکیں گے۔ بس چاہ ہی چاہ ہو گی، یا پھر آہ ہی آہ ہو گی۔ خود کو اس وقت کی بے بسی، بے کسی سے بچا لیں جب صرف حسرت و یاس ہو گی۔ جنہوں نے زندگی کی قدر کی دنیا و آخرت میں اُن کی قدر افزائی ہو گی۔

خدایا ہمیں وہ زندگی عطا فرما جو تجھے پسند ہے اور جو زندگی ہم نے ضائع کر دی اس کی تلافی کا سامان پیدا فرما۔ الٰہی، تو دل کی صدا قبول کرتا ہے۔ اے اللہ، اس تڑپتے دل کی صدا سن لے۔ اپنی رضا کے حصول کے لئے وقت پر ہماری گرفت مضبوط کر کے ہمارے نظام الاوقات میں ترتیب اور برکت پیدا فرما اور ہمیں دنیا و آخرت کو سنوارنے کی توفیق دے دے۔ الٰہی، ہمیں اپنا بنا لے۔ ہمارے دلوں میں بس تو ہی تو ہو۔ صراطِ مستقیم جو تیری کتاب اور تیرے نبیؐ نے بتائی ہے اُس پر چلنے کی توفیق دے اور سبل الشیطان پر چلنے سے بچا الٰہی، ہم اپنے گناہوں پر سچے دل سے توبہ کرتے ہیں۔ ہماری توبہ قبول فرما۔ (آمین)

دعائے صحت کی اپیل

شعبہ مطبوعات، قرآن اکیڈمی لاہور کے معاون پروفیسر محمد یونس جنجوعہ سر پر چوٹ کی وجہ سے علیل ہیں۔ قارئین ندائے خلافت اور رفقاء و احباب سے ان کے لئے دعائے صحت کی اپیل ہے۔

Khalid Baig

UNICEF: CORRUPTING CHILDREN TO SAVE THEM

The debate over a new Code on Childhood and Adolescence is raging in Peru. On the one side are UNICEF, UNFPA, Save the Children and a coalition of abortion-minded and radical feminist groups, many, if not most, of whom are foreign funded. These groups believe that the most important "rights of the child" center around so-called "sexual and reproductive rights". They encourage the early onset of sexual activity and massive condom distribution schemes for kids as young as 14 to deal with the increased risk of pregnancy and sexually transmitted diseases that will result.

The debate centers around Article 27 of the Code, which is called "Rights to Sexual and Reproductive Health". To understand what this phrase means, we have to go back to the Action Programme of the International Conference on Population and Development held in Cairo in 1994. "Reproductive rights" was there advanced as a panacea for poverty, by those who believed that the only thing necessary to eradicate the poor was the widespread availability of legal abortion, sterilization on demand, and free contraception, along with enough sex education to overcome the reluctance of women and children to access these "health services".

It is thus no surprise that pro-abortion NGOs such as Manuela Ramos and PROMSEX are heavily promoting this initiative. The new "sexual and reproductive rights" being added to our legal framework would pave the way for the legalization of abortion.

Reproductive and Sexual Rights Services

Article 27 mandates that the government provide, for teenagers 14 years of age and older, access to "information, guidance, and sexual and reproductive health services". It is important to note how mechanistic the information provided in sex-ed courses is, and how it totally lacks what would commonly be understood as "guidance". The training of character and education in morals is considered to be irrelevant. The emotional and psychological needs of children and adolescents are ignored. Children are reduced to their genitalia.

Contraceptives would be distributed to teenagers without the foreknowledge or consent of their parents or guardians. Such contraceptives would include invasive methods such as IUDs or Depo-Provera injections, along with the indiscriminate distribution of condoms. So-called "confidential sexual health services" could also include vasectomies or tubal ligations. Parents are to be shut out from making medical decisions about their children if the treatment has anything to do with sex, an arbitrary and indefensible violation of parent's rights.

This is the new one world Dajjali government in the making. Are the Muslim leaders up to the challenge?